666

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ28۔جون2013

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبولﷺ

سرکاری کارروائی

"ضمنی بجٹ برائے سال13-2012 پر عام بحث"

668

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولہویں اسمبلی کا دوسرا اجلاس

جمعتہ المبارک،28۔جون2013

(یوم الجمع،18۔شعبان المعظم1434ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 9بج کر55منٹ پرزیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ
رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ
بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ﴿٦﴾ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا
ثَلَاثَةً ﴿٧﴾ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾
وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿٩﴾ وَالسَّابِقُونَ
السَّابِقُونَ ﴿١٠﴾ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿١٢﴾

سورة الواقِعَة آيات 1تا 12

جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے(1)اس کے واقع ہونے میں کچھ جھوٹ نہیں(2)کسی کو پست کرے کسی کو بلند(3)جب زمین بھونچال سے لرزنے لگے(4)اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں(5)پھر غبار ہو کر اڑنے لگیں(6)اور تم لوگ تین قسم ہو جاؤ(7)تو داہنے ہاتھ والے (سبحان اللہ)داہنے ہاتھ والے کیا(ہی چین میں)ہیں(8)اور بائیں ہاتھ والے (افسوس)بائیں ہاتھ والے کیا (گرفتار عذاب) ہیں(9)اور جو آگے بڑھنے والے ہیں(ان کا کیا کہنا)وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں(10)وہی (اللہ کے) مقرب ہیں(11)نعمت کی بہشتوں میں(12)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

حضورؐ ایسا کوئی انتظام ہو جائے
سلام کے لئے حاضر غلام ہو جائے
میں صرف دیکھ لوں اِک بار صبح طیبہ کو
بلا سے پھر میری دُنیا میں شام ہو جائے
حضورؐ آپ جو سُن لیں تو بات بن جائے
حضورؐ آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے
مزہ تو تب ہے فرشتے یہ قبر میں کہہ دیں
صبیحؔ مدحت خیر الانام ہو جائے

حلف

نو منتخب خاتون ممبر اسمبلی کا حلف

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہمارے ایوان میں آج ایک معزز ممبر محترمہ ظلِّ ہما تشریف فرما ہیں۔ آج انہوں نے حلف لینا ہے میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی نشست کے سامنے کھڑی ہو جائیں اور حلف لیں اس کے بعد وہ حلف کے رجسٹر پر دستخط کریں گی۔

(اس مرحلہ پر نو منتخب خاتون ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب محترمہ ظلِّ ہما، ڈبلیو۔349 نے حلف لیا اور حلف کے رجسٹر پر دستخط ثبت کئے)

آپ کو مبارک ہو اور بھائی صاحب کو بھی میری طرف سے مبارکباد دیجئے گا۔ جی، آپ کچھ بولنا چاہیں گی؟

محترمہ ظل ہما: بہت شکریہ

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ تحاریک استحقاق لیتے ہیں، تحریک استحقاق نمبر13/1 راجہ شوکت عزیز بھٹی کی طرف سے ہے۔ جی، فرمائیں!

ایس پی صدر راولپنڈی اور اے ایس پی سرکل گوجر خان کا معزز ممبر اسمبلی کے خلاف تھانہ جاتلی میں رپٹ درج کروانا

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! بہت مہربانی۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 11۔ مئی 2013 کو بمقام دولتالہ تھانہ جاتلی تحصیل گوجر خان پولنگ سٹیشن پر اس وقت کے ایس ایچ او جاتلی اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے میرے مخالف اُمیدوار کو جعلی ووٹ ڈلواتا رہا۔ شام کے وقت ملزمان نے فائرنگ کر کے چار آدمیوں کو موقع پر قتل اور دو کو زخمی کر دیا۔ چونکہ محکمہ پولیس کی غفلت اور ایس ایچ او کی ملی بھگت کی وجہ سے یہ واقعہ ہوا تھا سرِ عام پولنگ سٹیشن اور ہسپتال میں چار آدمیوں کو آٹومیٹک اسلحہ سے قتل کر دیا گیا لیکن پولیس نے ایف آئی آر میں دہشت گردی کی دفعہ نہ لگائی، ایف آئی آر پہلے کاٹ دی اور پوسٹ مارٹم بعد میں کروا کر مقدمہ کو

تکنیکی طور پر خراب کر دیا۔ وقوعہ سے اگلے دن مجھے اطلاع ملی کہ لواحقین نعشیں روڈ پر رکھ کر احتجاج کرنے والے ہیں اور اس کے بعد پولیس چوکی اور ملزمان کے گھروں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ میں جلدی سے موقع پر پہنچا، عوامی اجتماع کو کنٹرول کیا، ایس پی صدر راولپنڈی وحیدالرحمٰن خٹک اور اے ایس پی سرکل گوجرخان مرتضٰی حیدر کو موقع پر بلوایا اور عوام، لواحقین کی طرف سے تین مطالبے ایس پی وحیدالرحمٰن خٹک کے سامنے پیش کئے۔

1۔ سانحہ کی وجہ بننے والا ایس ایچ او وہاں سے تبدیل کر دیا جائے۔

2۔ وقوعہ public place پر ہوا اور فائرنگ سے خوف وہراس پھیلا، چار افراد قتل ہوئے، قانون کے مطابق ATA-7 کی دفعہ ایف آئی آر میں لگنی چاہئے تھی جو پولیس نے نہیں لگائی، اُسے لگایا جائے۔

3۔ ملزمان کو تین دن کے اندر گرفتار کیا جائے۔

ایس پی صدر وحیدالرحمٰن خٹک اور اے ایس پی سرکل گوجرخان نے ان مطالبات کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ میں نے لواحقین اور عوام سے درخواست کر کے ساڑھے نو بجے جنازے کا ٹائم مقرر کر کے اس اشتعال کو کنٹرول کیا۔ تین دن گزرنے کے بعد 14۔ مئی 2013 کو تقریباً رات دس بجے کے قریب میں نے ایس پی صدر وحیدالرحمٰن خٹک سے اپنے موبائل فون پر بڑے احترام سے بات کی کہ جناب! آپ نے وعدے کے مطابق تین دن گزرنے کے باوجود کوئی ایک مطالبہ بھی منظور نہیں کیا۔ اس وجہ سے دولتالہ کے عوام میں سخت اشتعال پایا جا رہا ہے، مہربانی فرما کر تینوں میں سے کوئی ایک مطالبہ تو منظور فرمائیں تاکہ لواحقین اور علاقے کے عوام کی دادرسی ہو سکے۔ مجھے جواباً ایس پی صدر نے کہا کہ انہیں پتا نہیں کہ پولیس کیا کر سکتی ہے۔ اگر کوئی حالات خراب کرنے کی کوشش کرے گا تو پھر میں اپنا آپ دکھاؤں گا تو میں نے بڑے احترام سے جواب دیا کہ جناب! اگر حالات خراب ہوئے تو پھر مجھ سے گلہ نہ کیجئے گا تو ایس پی صدر وحیدالرحمٰن خٹک نے میرا فون بند کرنے کے بعد تھانہ جاتلی میں روزنامچہ میں رپٹ نمبر 28، مورخہ 14۔ مئی 2013 میرے خلاف درج کرائی کہ مجھے ایم پی اے نے دھمکی آمیز فون کیا۔ پھر ایس پی صدر کے کہنے پر اے ایس پی نے میرے خلاف تھانہ مندرہ اور چوکی سکھو میں رپٹیں درج کرائیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے حلقے کی عوام کا Custodian ہوں، اگر کسی جگہ کوئی ظلم اور زیادتی ہو گی تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں لوگوں کو انصاف دلاؤں اور ایک عوامی منتخب نمائندہ

ہونے کے ناتے میں نے اپنا فرض پورا کرنے کی کوشش کی جس پر ایس پی صدر وحیدالرحمٰن خٹک اور اے ایس پی مرتضیٰ حیدر نے میرے خلاف رپٹیں درج کروا کر میرا استحقاق مجروح کیا لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں وزیر موصوف کے جواب دینے سے پہلے ایک گزارش کروں گا کہ اس معاملے کے پیچھے ایک دو اور محرکات بھی ہیں کیونکہ یہ نگران دور کے افسران تھے اور جو مہربانیاں اس پیریڈ میں ہوئیں اور جن حالات سے گوجرخان کے لوگ گزر رہے ہیں اور یہی نہیں، میری ذات نہیں اس ایوان کے تمام elected نمائندے اور ہمیں وہ ووٹ دینے والے لوگ جن کی وجہ سے میں اور آپ یہاں ان کرسیوں پر بیٹھ کر اپنے آپ کو معزز ممبران اسمبلی کہلواتے ہیں، اگر ہمیں یہاں بھیجنے والوں کی عزت محفوظ نہیں ان کی کوئی قدر نہیں جن کی وجہ سے مجھے اور آپ کو اس ایوان کا معزز ممبر کہا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کی دادرسی کے لئے ان کے ساتھ ہونے والے ظلم کے لئے کہیں انصاف کے لئے آواز اٹھانا ممبران اسمبلی کا جرم ہے تو میرے خیال میں اس ایوان کے سارے ممبران کو اس جرم میں میرے ساتھ شریک ہونا چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

گزارش یہ ہے کہ اگر کسی آفیسر کو یا کسی سپاہی کو کوئی عام آدمی اس کے کسی غلط کام پر اس پر ہاتھ بھی رکھ دے تو پولیس یا محکمہ اسے اپنی عزت اور وقار کا مسئلہ بنا لیتا ہے۔ میری constituency میں کچھ دن پہلے رات کو ایک گھر میں چار پولیس والے داخل ہوتے ہیں ساڑھے گیارہ بجے کا وقت ہے، کتوں کی آواز سن کر گھر والے اٹھتے ہیں جس میں سے دو بھاگ جاتے ہیں اور دو کو پکڑ لیتے ہیں اور مجھے رات ساڑھے بارہ بجے ایس ایچ او تھانہ فون کرتا ہے کہ مہربانی کریں لڑکوں کو انہوں نے پکڑ لیا ہے ان کے پاس سرکاری اسلحہ بھی تھا ان کی جان چھڑا دیں میں ان کو صبح suspend کروا دوں گا اور ان کے لئے محکمانہ کارروائی کے لئے درخواست کروں گا۔ وہ لوگ میرے ووٹر تھے میں نے رات کو ان کو request کی انہوں نے وہ دو پولیس والے دولتالہ چوکی انچارج کے حوالے کر دیئے۔ وہ انہیں اس وعدے پر لے کر گیا کہ میں انہیں صبح suspend کروا دوں گا اور ان کے خلاف محکمانہ کارروائی عمل میں آئے گی۔ اگلے دن صبح جب مجھے پتا چلا کہ جن لوگوں سے وہ ان پولیس والوں کو لے کر آیا ان لوگوں کے خلاف ڈکیتی کی ایف آئی آر دے دی کہ انہوں نے ان سے سرکاری اسلحہ چھین لیا اور انہیں پکڑ لیا۔ رات کو گیارہ بجے کسی شریف آدمی کی حویلی کے اندر وہ دو پولیس والے کیا کر رہے تھے؟ جب انہوں نے ان لوگوں کو پکڑا اور

"چور چور" کے شور کی آواز آئی لوگ اکٹھے ہو گئے اور لوگوں نے انہیں پکڑ لیا اگر اس دوران کسی نے انہیں چانٹا مار بھی دیا ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا ظلم نہیں تھا کہ کسی کی چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال ہو لیکن یہ بات یہاں پر ہی ختم نہیں ہوئی۔ صبح میری اے ایس پی صاحب سے بات ہوئی میں نے انہیں بتایا کہ یہ آپ کے چوکی انچارج نے زیادتی کی ہے کہ وہ انہیں لے کر گیا ہے اور جب وہ وہاں سے لے کر آیا، میرے خلاف الیکشن لڑنے والے جماعت اسلامی کے امیدوار بھی موقع پر پہنچ گئے کیونکہ وہ بھی اسی گاؤں سے تھے انہوں نے مجھے دوسرے دن یہ بتایا کہ بھٹی صاحب! میں قرآن پر حلف دے سکتا ہوں کہ یہ سپاہی جب یہاں سے گئے ہیں تو ان کا ایک بٹن بھی نہیں ٹوٹا تھا۔ وہ چوکی انچارج ان کو لے گیا، چوکی پر جا کر ان کے کپڑے پھاڑے اور ان کی کمر پر بیت سے نشان ڈالے اور اس کے بعد انہیں اے ایس پی کے پاس لے گئے کہ دیکھیں جناب! اگر وردی میں یہ ظلم ہو گا تو پھر ہم کام کیسے کریں گے؟ ڈکیتی کا پرچہ دے دیا اور ایف آئی آر نمبر 166 کاٹ دی گئی، یہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی اس کے بعد پچاس پولیس والے مختلف تھانوں سے اکٹھے کئے اور ساتھ دس پندرہ سول کپڑوں میں آدمی لئے، گاڑیاں بھریں اور ان کے گھر چلے گئے۔ مجھے اطلاع مل گئی تھی میں نے انہیں اطلاع دی وہ چلے گئے ان کا ایک بڑا بھائی اور گھر کی لیڈیز بچیاں گھروں میں رہیں، پولیس والوں نے وہاں جا کر ان پر حملہ کر دیا ، ان کے گھر کے گیٹ توڑ دیئے گئے جس کی تصاویر اور سی ڈی ابھی بھی میرے پاس موجود ہیں۔ عورتوں کے کپڑے پھاڑے اس گھر سے 3 لاکھ 76 ہزار روپے، 4 سونے کی چوڑیاں اٹھائیں اور اس کے علاوہ ان کا تمام فرنیچر توڑ دیا، کمپیوٹر توڑ دیا، ٹی وی توڑ دیا۔ اس کے علاوہ گھر میں کھڑی ایک گاڑی کو بھی بری طرح سے توڑ دیا، گھر کی تمام grills اور باہر کے گیٹ تک گرا دیئے۔ اتنی بڑی دہشت گردی، اتنی بڑی زیادتی کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس کے بعد ان کا ایک بھائی جو سابق کونسلر بھی ہے اور 65 سال اس کی عمر ہے اسے اٹھا کر لے گئے اور جا کر پولیس چوکی پر اسے بُری طرح مارا، وہ دو دفعہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بعد خوش قسمتی سے ایک آفیسر ہمارے پاس ایسا تھا جس کے دل میں کوئی خدا خوفی تھی وہ سی پی او، راولپنڈی تھے جو دو دن پہلے وہاں سے ٹرانسفر ہو گئے ، میری ان سے بات ہوئی انہوں نے اس چوکی انچارج کو suspend کیا، انکوائری مقرر کی اور ان کی وہاں سے ٹرانسفر ہو گئی۔ یہ سارا کچھ اے ایس پی گوجر خان کی مہربانیوں کی وجہ سے ہوا، ابھی نہیں چار لڑکے بجلی جانے کی وجہ سے مندرہ چکوال روڈ پر ایک درخت کے نیچے بیٹھے لڈو کھیل رہے تھے اور یہ موصوف انہیں پکڑ لیتے ہیں، میں انہیں فون کرتا ہوں کہ جناب! یہ لوگ سڑک کے کنارے لڈو کھیل رہے تھے بجلی گئی ہوئی ہے، اس میں ایک 40 ہزار روپے مہینہ تنخواہ

لینے والا شریف آدمی بھی شامل ہے، اس میں ایک فورس کا سابق ملازم بھی شامل ہے اگر وہ وہاں پر وقت گزار رہے ہیں تو کون سا بڑا جرم ہے لیکن انہوں نے اس پر جوئے کا پرچہ درج کروا دیا۔ اس قتل کا میں نے اپنی تحریک استحقاق میں بھی ذکر کیا ہے کہ یہ چار غریب آدمی دو مرلے کے گھروں میں رہنے والے مہاجرین ہیں اور ان کے بڑوں نے پاکستان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے خون دیا تھا اور یہ ملک بنا تھا۔ آج پھر ایک دفعہ پاکستان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے انہوں نے خون دیا ہے اور یہ جمہوریت معرض وجود میں آئی ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر راجہ شوکت عزیز بھٹی آبدیدہ ہو گئے)

اگر ان دو مرلے کے گھروں میں رہنے والے غریب لوگوں کی عزت محفوظ نہیں ہے تو پھر مجھے اور آپ کو یہاں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہاں پر بڑے بڑے انصاف کے دعوے کرنے والوں کو پنجاب کے اس ایوان میں آکر اس بات کا جواب دینا چاہئے کہ جس آدمی کی وجہ سے میں ان کے گھروں میں گیا ہوں، میں گیا اور وہ عورتیں روئیں انہوں نے کہا کہ تمہارے "شیر" پر مہر لگانے کے لئے میرا "شیر" چلا گیا۔ غریب آدمی ہیں، گھر میں چارپائی رکھ کر رونے کی جگہ نہیں تھی، وہ لوگ چارپائی بھی گلی میں رکھ کر روئے لیکن کسی نے کوئی coverage نہیں دی، کوئی پوچھنے کے لئے نہیں گیا، چار لاشیں گئیں، خون بہا چونکہ غریب آدمی تھے، میں ان کے لئے انصاف کا تقاضا کرتا ہوں اور اگر یہ میرا جرم ہے تو میں یہ جرم کروں گا چاہے جو مرضی سزا ملے لیکن جب یہاں آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ بڑے معزز ممبر ہیں۔ میں کس بات کا معزز ممبر ہوں جب معزز ممبر بنانے والے کی عزت محفوظ نہیں [*******]

جناب سپیکر: نعوذ باللہ۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب والا! کوئی حق نہیں ہمیں یہاں پر بیٹھنے کا۔

جناب سپیکر: آپ یہ الفاظ واپس لیں، یہ بات آپ نے اچھی نہیں کی۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب والا! ہمیں کوئی حق نہیں۔

جناب سپیکر: ان الفاظ کو کارروائی کا حصہ نہ بنایا جائے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: ہمیں یہاں پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے، جب تک ان کی عزتیں محفوظ نہیں ہوں گی ہمیں یہاں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، یہ بات نہ کریں۔ مہربانی، آپ کا شکریہ۔ اب ہم جواب لیں گے، رانا ثناء اللہ خان اس بارے میں جواب دیں گے۔ ایسے جو الفاظ ہیں ان کو آپ واپس لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: ایک منٹ، آپ تشریف رکھیں اور آپ یہ الفاظ واپس لیں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: اگر so called اس معزز ایوان کے کسی۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): نہیں، اس میں اگر مگر والی بات نہیں ہے۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: اگر میرے الفاظ پر کوئی حرف آیا ہے تو میں اپنے الفاظ۔۔۔

جناب سپیکر: So called والی بات آپ نہ کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! یہ بالکل غلط بات ہے۔

جناب سپیکر: So called والی بات نہ کریں، آپ اپنے الفاظ واپس لیں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب والا! میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ آپ نے اس ایوان کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! راجہ شوکت عزیز بھٹی صاحب ہمارے انتہائی معزز ممبر ہیں اور اس معزز ایوان کا حصہ ہیں۔ انہیں جذباتی کیفیت میں آتے ہوئے قطعی طور پر اپنے آپ کو حدود میں رکھنا چاہئے تھا اور اپنے آپ کو sense میں رکھنا چاہئے تھا۔ ان کے یہ الفاظ [*****] میں سمجھتا ہوں کہ انہیں بغیر اگر مگر کے اس معزز ایوان سے معذرت کرنی چاہئے۔ [*****] دوسری طرف اسی ایوان سے چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ یا ان کے حلقے کے لوگوں کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا ازالہ کیا جائے۔ انہوں نے یہاں پر جو اتنی لمبی داستان پیش کی ہے اور اس میں کہا کہ یہاں پر بات نہیں رُکتی پھر اس سے آگے یہ ہوا، پھر اس سے آگے وہ ہوا، پھر اس سے آگے وہ ہوا، پھر اس سے آگے وہ

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ہوا لیکن یہ بات بھول گئے کہ اس سے آگے پھر یہ بھی ہوا کہ یہ میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے یہی بات مجھ سے کی۔ ان سے پوچھیں کہ میں نے ان کی موجودگی میں C.P.O راولپنڈی سے کیا بات کی؟ اس کے بعد ان کی ان سے بات کرائی، یہ ان سے بات کرنے کے بعد مطمئن ہوئے، انہوں نے میرے سامنے ان کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد انہوں نے جو action لیا اس سے متعلق ان کو بھی آگاہ کیا اور مجھے بھی آگاہ کیا تو یکطرفہ کہانی کو اس طرح سے بیان کرنا اور باقی ہر چیز کو minus کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی قابل افسوس ہے۔ راجہ شوکت عزیز بھٹی کوئی پہلی مرتبہ اس ایوان کا حصہ نہیں بنے بلکہ انہوں نے اس سے پہلے بھی اس ایوان میں بطور ممبر serve کیا ہے۔ انہوں نے اس تحریک استحقاق میں جو الزامات لگائے ہیں چونکہ ان کا تعلق facts سے ہے انہوں نے یہ کہا ہے کہ وہاں پر جو قتل کا واقعہ ہوا وہ ٹھیک ہے قتل کی ایف آئی آر درج ہوئی ہے انشاء اللہ اس کی investigation ہوگی، میرٹ پر ہو گی اور جن لوگوں نے جرم کیا ہے ان کو سزا ملے گی۔ ہاں میں ان کی یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ اگر انہوں نے ایس پی کو فون کیا تھا تو معزز ممبران کا یہ کام ہے کہ وہ لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے ایس پی کو فون کریں لیکن اس ایس پی صاحب کو over smart بننے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ رپٹ کا اندراج کرا دے کہ مجھے معزز ممبر نے فون کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انہوں نے غلط کیا ہے اور یہ معاملہ require further enquiry ہے اس لئے آپ اس تحریک استحقاق کو سپیشل کمیٹی کے سپرد کریں چونکہ ابھی مجلس استحقاقات وجود میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر: پہلے ایک سپیشل کمیٹی بنی ہوئی ہے اس معاملے کو اسی کے سپرد کر دیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میری بات مکمل ہونے دیں کہ اس معاملے کو thorough enquire کریں گے اور اس میں جس بھی آفیسر یا جہاں جہاں بھی کوئی تجاوز ہوا اس کا ازالہ کریں گے لیکن میں اپنے معزز بھائی سے بھی اور دیگر معزز ممبران جو یہاں بیٹھے ہیں ان سے بھی یہ کہوں گا کہ وہ اس معزز ایوان اور اس democratic process جس کا وہ حصہ ہیں، جس کے لئے لوگوں نے بے پناہ قربانیاں دی ہیں وہ مشرف کا نو سالہ دور جس میں لوگوں نے جلا وطنیاں، ٹارچر سیل، نظر بندیاں اور جیلیں کاٹی ہیں یہ اس کا ثمر ہے۔ بہت سارے لوگ آج جمہوریت کا بھی حصہ ہیں اس معزز ایوان کا بھی حصہ ہیں، جو اس آمر کے ساتھ بھی تھے اور آج اس جمہوریت کے ساتھ بھی ہیں لیکن جن لوگوں نے اس جمہوریت کو زندہ رکھنے کے لئے قربانیاں دی ہیں ان سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا کہ آپ اس democratic process کو undermine کریں یا آپ ان معزز ایوانوں کو

undermineکریں۔یہ میری سب سے گزارش ہو گی کہ آپ اپنی بات کریں،اپنے جذبات کا اظہار کریں لیکن اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں۔آپ اس تحریک استحقاق کو سپیشل کمیٹی کے سپرد کر دیں۔

جناب سپیکر:ابھی نہیں کروں گا۔راجہ صاحب! دیکھیں آپ کو اس معزز ایوان سے معافی مانگنا پڑے گی کہ میں نے جو نامناسب بات کہی ہے میں اس پر معزز ایوان سے معذرت کرتا ہوں۔اگر آپ نہیں کریں گے تو میراnext stepاور آگے بڑھے گا.This I can't explain you

راجہ شوکت عزیز بھٹی:جناب سپیکر!اگر میری کسی بات سے۔۔۔

جناب سپیکر:اگر کیا؟میں بھی اس میں موجود ہوں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی:میری جس بات سے ایوان کے دوستوں کی دل آزاری ہوئی میں معذرت چاہتا ہوں۔میں نے یہ بھی ذکر کیا کہ رانا صاحب اور سی پی او صاحب نے جو مہربانی فرمائی ہے اس کیس سے متعلقہ ایک علیحدہissueتھا میں نے ان کا بھی شکریہ ادا کیا اور رانا صاحب کا بھی شکریہ ادا کیا۔

جناب سپیکر:بس باقی بات چھوڑ دیں۔کیا ان کو معاف کر دیا جائے؟

معزز ممبران:جی،معاف کر دیا جائے۔

جناب سپیکر:ادھر سے آواز نہیں آرہی؟

معزز ممبران حزب اختلاف:جی،معاف کر دیا جائے۔

سرکاری کارروائی

بحث

ضمنی بجٹ برائے سال2012-13پر عام بحث

جناب سپیکر:اب آپ بیٹھ جائیں۔آپ کی یہ تحریک استحقاق سپیشل کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے۔ہم نے جو پہلے ایک سپیشل کمیٹی بنائی ہوئی ہے یہ اسی کے سپرد کی جاتی ہے۔اب ہم ضمنی بجٹ برائے سال 2012-13 پر عام بحث شروع کرتے ہیں،آخر میں وزیر خزانہ اس کوwind upکریں گے۔میں میاں محمود الرشید صاحب کو تقریر کے لئے دعوت دے رہا ہوں۔میرے پاس تقریباً سنتالیس کے قریب نام آئے ہیں،اگر کوئی اور صاحب نام دینا چاہتے ہیں تو اپنا نام سیکرٹری اسمبلی کو دے دیں لیکن دوسرے صاحبان ذرا ٹائم کا خیال رکھیں۔جس طرح ہم پہلے کرتے رہے ہیں لیکن میں آپ پر تو اتنی پابندی نہیں

لگا سکتا بلکہ آپ کو خود ہی اس کا احساس ہونا چاہئے کہ دوسرے ساتھی بھی بولیں گے۔ جی ، میاں محمود الرشید صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ ضمنی بجٹ 82-ارب 20 کروڑ 73 لاکھ 5 ہزار 200 روپے کا ہے اور یہ ٹوٹل بجٹ کا تقریباً 11 فیصد بنتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی زیادتی ہے اگر ہم اس سے پچھلے سال کی طرف جائیں تو پچھلے سال ضمنی بجٹ 57-ارب 14 کروڑ روپے کا تھا۔ اس وقت جو ہمارا ضمنی بجٹ ہے اس میں پچھلے ضمنی بجٹ سے 25-ارب 20 کروڑ روپے زائد رقم ضمنی بجٹ کے نام سے یہاں رکھی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ہم اس کو financial mismanagement کا نام دے سکتے ہیں۔ ضمنی بجٹ کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ کی کسی جگہ انیس بیس ہو گئی ہے اس طرح کی کوئی miscellaneous چیز، کوئی آسمانی آفت، کوئی unseen expenditure جو اس وقت ذہن میں نہیں تھا اب آگیا اسے cover کرنے کے لئے ہوتا ہے لیکن اس کو ایک روایت بنا لینا۔ میرا یہ خیال ہے کہ آئندہ یہ ایک کھرب سے بھی اوپر چلا جائے گا۔ یہ اس سال 82 یا 83-ارب روپے ہے اور اگر ہماری یہ روایت برقرار رہی اور اس financial mismanagement کو درست نہ کیا گیا تو یہ کھربوں روپے میں آئے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کے عوام کے ساتھ بہت ظلم اور زیادتی ہے کہ ان کی approval کے بغیر، اس ایوان کی approval کے بغیر آپ اپنے من پسند طریقے سے اربوں روپے خرچ کرتے رہیں اور اس کے بعد ضمنی بجٹ کے اندر ڈال کر اس کی یہاں سے approval لے لی جائے لہذا اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! میری نظر میں maximum اگر آپ یہ کہیں کہ یہ ضمنی بجٹ ہے تو یہ دو تین یا چار فیصد سے اوپر نہیں ہونا چاہئے کہ آپ کے جو estimates تھے ان میں کوئی انیس بیس ہو گئی کوئی unseen چیزیں آ گئیں تو ضمنی بجٹ کے نام سے آپ اسے approve کرا رہے ہیں لیکن اربوں، کھربوں روپے کے یہ اس ضمنی بجٹ کی آپ کسی طور پر بھی ایک بہتر روایت قائم نہیں کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بارے میں آئندہ بہت ہی احتیاط کرنا پڑے گی۔ ویسے تو 590 صفحات کی ضمنی بجٹ کے نام سے یہ ایک کتاب ہے اور اگر اس کے ہر صفحہ پر جایا جائے تو ایسے شاہکار لطائف اور ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ جنہیں دیکھ کر انسان ہنستا بھی ہے اور رونے کو بھی جی چاہتا ہے۔ میں ان میں سے چند شاہکار آپ کی وساطت سے ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں ذرا آپ اس کو ملاحظہ فرمائیے۔

جناب سپیکر: آپ پر رونے کی تو پابندی ہے لیکن ہنسنے کی نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ہنسنے کی بھی ہے۔ اس پر ہنسی بھی آتی ہے کہ کیا کیا شگوفے ہوتے رہے ہیں اور ضمنی بجٹ میں ڈال کر آج یہ ایوان اسے ok کر دے گا۔ صفحہ نمبر 337 پر CCTV کیمروں کے لئے 4 کروڑ 80 لاکھ روپے اور یہ آئندہ انتخابات میں لگنے تھے۔ میرا انہیں خیال کہ کسی جگہ یہ CCTV کیمرے پولنگ والے دن کسی نے پولنگ سٹیشن پر دیکھے ہوں گے۔ یہاں پر جو لاکھوں لوگوں کے ووٹوں کو چرایا گیا ہے کاش کہ یہ CCTV کیمرے لگے ہوتے تاکہ اندر پولنگ کے دوران جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ سارا کچھ ریکارڈ ہو جاتا۔ یہ بجٹ کے اندر رکھے ہوئے ہیں لیکن میرا انہیں خیال کہ جس شہر میں میں رہتا ہوں اس شہر لاہور میں کسی ایک پولنگ سٹیشن کے اندر بھی یہ CCTV کیمرے ہمیں نظر آئے ہوں لیکن یہ 4 کروڑ 80 لاکھ روپے کی رقم یہاں پر انہوں نے رکھ دی ہے۔

جناب سپیکر! اس سے آگے صفحہ نمبر 337 پر آئیے Cash Awards in connection with Rapid Bus Transit System ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے کو 4 کروڑ 25 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جنگلا بس سروس، میری بہنیں ناراض نہ ہوں میٹرو بس انگریزی اور جنگلا بس پنجابی کا لفظ ہے چونکہ یہ بس جنگلے میں گھری ہوئی ہے اس کے دونوں اطراف جنگلے ہیں اور درمیان میں یہ بس چلتی ہے تو اس میں ناراض ہونے والی بات کیا ہے؟ مجھے اس پر اکثر افسوس ہوتا ہے۔ عرف عام میں اس کو سارے جنگلا بس کہتے ہیں۔ میٹرو بڑا اوکھا لفظ ہے عام آدمی جو اس بس پر سفر کرتے ہیں ان سے بولا نہیں جاتا۔ ان کو معلوم نہیں کہ Mass Transit System کیا ہوتا ہے اس لئے وہ جنگلا بس کہہ لیتے ہیں تو اس میں ناراض نہ ہوں۔ جنگلا بس کے سلسلے میں وہ کون سی ایسی خصوصی خدمات ہیں کہ ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے کو 4 کروڑ 25 لاکھ روپے Cash Award میں عنایت کئے گئے ہیں؟ یہ بہت منظور نظر ہیں، بہت پیارے لگتے ہیں اور یہ وزیر اعلیٰ کے بڑے راج دُلارے ہیں۔ یہ گریڈ-19 کے آفیسر ہیں اور آج کل گریڈ-21 کی اسامی پر تعینات ہیں۔ عدالت کے اندر ان کی اس تقرری کو بھی challenge کیا گیا ہے۔ یہ کیا طریقہ ہے؟ اگر ایک فرد یا ادارے کے ملازمین نے اپنی ڈیوٹی سرانجام دی ہے تو اس کے لئے وزیر اعلیٰ ایک اچھی سی دعوت یا ضیافت کا اہتمام کرتے۔ اس میں سارے ایم پی اے صاحبان کو بھی بُلاتے اور ان کا شکریہ ادا کرتے کہ آپ نے اس منصوبے کے لئے دن رات محنت کی ہے۔ آپ نے تو اس مقروض صوبے کا پانچ کروڑ روپیہ اس شاہانہ انداز سے عنایت کیا ہے جس طرح کہ مغلیہ دور کے کوئی شہنشاہ عنایت کرتے تھے۔ یہ بہت ہی قابل افسوس بات ہے۔

جناب سپیکر!اب آگے آ ئیے۔ میٹرو بس اتھارٹی کو10لاکھ روپے cash دیا گیا ہے۔اب میں پولیس کی بات کروں گا۔ حکومتی بنچوں کی پیاری راج دُلاری جس کی ایک جھلک ابھی میرے بھائی بیان کر رہے تھے۔ صفحہ نمبر48 پر درج ہے کہ Cash Award کے سلسلے میں30لاکھ روپے پولیس کو دیئے گئے ہیں۔یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ Rapid Bus Transit System کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پولیس نے کیا کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں کہ جنہیں30لاکھ روپے آپ Cash Award کی مد میں دے رہے ہیں؟ یہ صریحاً زیادتی ہے۔یہ تقریباً چھ، سات کروڑ روپے کی رقم بنتی ہے تو ضمنی بجٹ میں Cash Award کی مد میں اس کی منظوری کسی صورت میں بھی نہیں ہونی چاہیئے۔

جناب سپیکر!اس بجٹ کے اندر block allocation کی شکل میں اگر سب سے زیادہ کسی محکمہ کو آپ نے اضافی grant دی ہے تو وہ محکمہ پولیس ہے یعنی اس محکمہ کو 3۔ارب44کروڑ روپے دیئے گئے جو کہ انتہائی افسوس کی بات ہے۔یہاں بجٹ پر بحث کے دوران پورے ایوان میں پچاس فیصد سے زیادہ معزز ممبران نے پولیس کے حوالے سے بات کی ہے اور تقریباً ہر آدمی اس سے شاکی ہے۔آپ ان کی performance and effectiveness کو دیکھ لیں۔امن وامان کو برقرار رکھنے کے لئے ان کی کیا خدمات ہیں؟ جرائم دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں، ڈکیتی اور چوری کی وارداتوں میں اضافہ ہوا ہے۔اغواء برائے تاوان کی وارداتوں میں سو فیصد سے زائد اضافہ ہوا ہے۔آپ روزانہ کے اخبارات اُٹھا کر دیکھ لیجئے اس شہر لاہور کے اندر کوئی دن ایسا نہیں کہ جس دن کروڑوں روپے کے ڈاکے نہ پڑے ہوں، قتل وغارت گری کی وارداتیں نہ ہوئی ہوں اور یہاں پر پٹرول پمپ یا دُکانیں نہ لوٹی گئی ہوں۔اس کے باوجود پولیس کو 3۔ارب 44 کروڑ روپے دینا انتہائی نامناسب ہے۔مجھے پھر شک پڑتا ہے کہ پچھلے انتخابات میں پولیس نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں یہ اس کا reward ہے۔ہر پولنگ سٹیشن پر انہوں نے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں اور مجھے لگتا ہے کہ انہیں یہ اس کا نذرانہ پیش کیا گیا ہے۔ان انتخابات میں پولیس نے جو کچھ کیا ہے وہ ساری قوم کو پتا ہے اس لئے میں اس کو condemn کرتا ہے اور کہتا ہوں کہ یہ 3۔ارب 44 کروڑ روپے کی خطیر رقم کسی صورت بھی پولیس کو دینے کی منظوری نہ دی جائے۔ہاں!آپ grant ضرور دیجئے لیکن اس کو ان کی performance کے ساتھ مشروط کریں۔آپ بے شک اس سے دُگنی رقم دے دیجئے۔اگر پنجاب کے لوگوں کے جان ومال محفوظ ہو جائیں، اگر crime control ہو جائے، اگر جرائم میں کمی واقع ہو جائے اور اگر لوگ سُکھ کا سانس لیں تو میں اس بات کو initiate کرنے والوں میں سب سے آگے ہوں گا کہ آپ ان کو اس سے double رقم

دیں۔ جرائم تو double ہو جائیں اور آپ ان کی grant تین یا چار گنا کر دیں یہ کسی صورت قابل قبول نہیں۔ یہ بات کسی نہ کسی جگہ accountable ہونی چاہئے۔ یہ grants ان محکموں کی efficiency and performance کے ساتھ مشروط ہونی چاہئیں۔ پورے ایوان کے لئے یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔ آپ اگر کسی محکمہ یا فرد کو اضافی grant دینا چاہتے ہیں تو اس کی performance کو پیش نظر رکھ کر دیں۔

جناب سپیکر! نگران وزیر اعلیٰ نجم سیٹھی کے گھر پر سکیورٹی کے سلسلے میں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کسی کا نام نہ لیں ویسے ہی کہہ دیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): نہیں، جناب! اس بجٹ کے اندر ان کا نام لکھا ہوا ہے۔ میں اپنے پاس سے ان کا نام نہیں لے رہا۔

جناب سپیکر: آپ عہدہ بول دیں لیکن نام نہ لیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): رانا صاحب! میں آپ سے بالکل ادب سے گزارش کروں گا کہ یا تو اس کتاب سے اس نام کو نکال لیجئے اگر اس کتاب میں یہ نام ہے تو یہ ہمارے ایوان کی ملکیت ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ یہاں پر discuss ہوگا اور اس پر بات ہوگی۔

جناب سپیکر: اچھا ٹھیک ہے۔ آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہہ لیں کیونکہ آپ قائد حزب اختلاف ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! نگران وزیر اعلیٰ نجم سیٹھی کی سکیورٹی کے سلسلے میں 7 لاکھ 80 ہزار روپے خرچ کئے گئے اور ان کے گھر کو camp office declare کر دیا گیا۔ LCDs کے لئے لاکھوں روپے خرچ کئے گئے۔ مجھے افسوس ہے کہ کسی کا mind set نہیں بدلا۔ بھئی! آپ ایک ڈیڑھ مہینے کے لئے اگر نگران وزیر اعلیٰ بن گئے ہیں تو وزیر اعلیٰ کا دفتر موجود ہے آپ وہاں بیٹھیں۔ ایک ڈیڑھ مہینے کے لئے اس پنجاب کے غریب عوام کے لاکھوں روپے خرچ کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ آپ نے وہاں پر صرف ایک ڈیڑھ ماہ کے لئے لاکھوں روپے لگا دیئے ہیں۔ اس کی تزئین و آرائش اور سکیورٹی کے نام پر یہ سارے اخراجات کئے گئے ہیں جو کہ انتہائی قابل افسوس بات ہے۔ اس کی کسی صورت منظوری نہیں ہونی چاہئے تھی۔ پہلے ہی وزیر اعلیٰ کا دفتر، کیمپ آفس، سیکرٹریٹ اور وزیر اعلیٰ ہاؤس موجود تھے تو انہیں وہیں منتقل ہو جانا چاہئے تھا۔ اس شاہ خرچی کی اجازت کسی صورت بھی نہیں دی جا سکتی۔

جناب سپیکر! میرے بہت سے بھائی بلکہ تقریباً80 فیصد دوبارہ منتخب ہو کر اس ایوان میں آ گئے ہوں گے۔ صفحہ نمبر436 پر ایم پی اے اور ایم این اے صاحبان کے لئے اضافی grant کے طور پر 97کروڑ64لاکھ 24ہزار روپے دیئے گئے ہیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اس کی کوئی justification نہیں بنتی۔ ہمارا یہ کام ہی نہیں ہے کہ ہم نالیاں، سڑکیں، گلیاں اور سکولوں کی چار دیواری تعمیر کریں۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ ہمارا کام نہیں ہے۔ ہم یہ غلط کر رہے ہیں اور یہاں پر ہم غلط روایات کو establish کر رہے ہیں۔ یہ رقم عین انتخابات سے پہلے جاری کی گئی ہے جو کہ pre-pole rigging کے زمرے میں آتی ہے۔ آپ نے اپنے ان امیدواروں کو جو کہ sitting MPAs تھے سو حلقوں کے اندر ایک ایک کروڑ روپیہ دے دیا۔ ہمیں sitting MPAs پر بھی اعتراض ہے لیکن ایم این اے کی تو سرے سے کوئی justification ہی نہیں بنتی۔ یہ ایوان کسی صورت بھی اس کی منظوری دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ آپ نے یہ 96کروڑ64لاکھ روپے کی رقم development کی مد میں political bribe کے طور پر اپنے لوگوں کو دی ہے تاکہ یہ لوگ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس رقم کے ذریعے سے گلیاں، سڑکیں اور سیوریج کا کام کروائیں اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی زیادتی ہے اور اس کی بھی ضمنی بجٹ میں کسی طور پر منظوری نہیں ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! اب میں ضمنی بجٹ کے صفحہ نمبر579 کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ پنجاب ہاؤس کراچی میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے لئے ایک انیکسی تیار کی گئی جس پر 37لاکھ 91 ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں۔ کیا بات ہے؟ شاید وزیر اعلیٰ وہاں ایک بار گئے ہوں گے یا شاید سال میں دو بار جاتے ہوں گے۔ ان کے لئے وہاں پر already پنجاب ہاؤس کی ٹھیک ٹھاک بلڈنگ بنی ہوئی ہے جس کے اندر رہنے میں کوئی بار نہیں ہے۔ آپ دو چار لاکھ روپیہ لگا کر اُسی بلڈنگ کے اندر کوئی ایک آدھ کمرہ renovate کر سکتے تھے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی شاہ خرچی ہمیں یا ہمارے top leaders کو زیب نہیں دیتی۔ آپ نے اگر وہاں پر سال میں ایک دو دفعہ جانا ہے اور یہ اتنی بڑی 40لاکھ روپے کی رقم لگا دی اور یہ رقم اُس کی construction پر لگائی گئی ہے۔ اب اس بلڈنگ کی maintenance پر جو خرچہ آئے گا وہ بھی ہمیں یہاں پر برداشت کرنا پڑے گا۔ اس سے بہتر تھا کہ Chief Minister وہاں جاتے تو Sheraton Hotel میں ٹھہرتے بلکہ وہاں پر جاتے تو سندھ حکومت کے مہمان ہوتے۔ وہاں پر گیسٹ ہاؤس ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں پر یہ الگ انیکسی بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔

جناب سپیکر! آپ نے منسٹرز بلاک کی تعمیر پر10کروڑ87لاکھ روپے خرچ کئے اور اب آپ وہ پیسے مانگ رہے ہیں۔ میاں محمد شہباز شریف جب 2008میں وزیراعلیٰ بنے میں اُس وقت ایم پی اے نہیں تھا بلکہ پی ٹی آئی کا ایک ورکر تھا۔ تب منسٹرز بلاک اور نئے چیف منسٹر سیکرٹریٹ کا بہت چرچا سُنا اور بہت criticism ہوا۔ وزیراعلیٰ نے اعلان کیا کہ اس منسٹرز بلاک کو بیچ کر یہ رقم سرکاری خزانے میں جمع کرائیں گے اور یہ اعلان بھی ہوا کہ چیف منسٹر سیکرٹریٹ جو نیا بنا ہے اس کو خواتین یونیورسٹی میں بدل دیں گے۔ یہ دونوں وعدے ایفا نہ ہو سکے۔ چیف منسٹر سیکرٹریٹ بھی اپنی جگہ اُسی طرح سے قائم و دائم ہے اور لیبر ڈیپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے اندر بننے والے منسٹرز بلاک کو بیچ کر رقم قومی خزانے میں جمع کرانے کا اعلان جو بعد میں ڈرامہ ثابت ہوا، یہ نہ کیا جاتا۔ منسٹرز بلاک کی بلڈنگ جو near to completion تھی یہ 10کروڑ روپیہ لگا کر اُس کی finishing کی جاتی اور وہاں پر ہمارے منسٹر بھائی بڑی عزت اور احترام کے ساتھ بیٹھتے۔ وہ بلڈنگ چار سال تک dead رہی ہے اور وہاں پر اُس بلڈنگ کا بُرا حال ہو گیا۔ اب پچھلے سال اُس پر10کروڑ روپیہ لگا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ بلڈنگ 10کروڑ روپے میں بھی complete نہیں ہو گی اور آئندہ کئی10کروڑ روپے اس کے اوپر مزید خرچ ہوں گے۔ اگر شروع میں ہی 2008-09 میں اس پر 10کروڑ روپیہ لگ جاتا تو یہ منسٹرز بلاک complete ہو جاتا تو ہمیں اس طرح کی چیزوں پر بھی خاص طور پر توجہ دینا ہو گی کہ ہم جو کام کر نہیں سکتے اُن کا اعلان نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! صفحہ نمبر279 پر miscellaneous گرانٹس کے نام پر16کروڑ50لاکھ روپیہ بعض افراد میں بانٹا گیا۔ کل افراد312 ہیں جنہیں50ہزار سے50لاکھ روپے تک کی رقم نقد دی گئی ہے اور اس میں دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے60فیصد لوگوں کا تعلق اس شہر لاہور سے ہے اور باقی 40فیصد لوگوں کا تعلق سارے صوبے سے ہے۔ مجھے یہ بات شاید نہیں کہنی چاہئے چونکہ میرا تعلق خود لاہور سے ہے لیکن میں افسوس سے یہ بات کہتا ہوں کہ 60فیصد لوگوں کو لاہور میں اور40فیصد لوگوں کو all over the Punjab یہ رقم دی گئی ہے تو Treasury Benches پر بیٹھے ہوئے میرے بھائیوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے اور میں نے اُنہیں ایک tip دے دی ہے۔

جناب سپیکر! آپ اس سے آگے صفحہ نمبر325 پر miscellaneous, grants پر آئیے۔ 782افراد میں61کروڑ45لاکھ روپیہ تقسیم کیا گیا ان782افراد میں سے لاہور سے تعلق رکھنے والے 452افراد ہیں یہ پھر61فیصد بنتے ہیں یعنی یہ جو61.5کروڑ روپے پھر بانٹے گئے ہیں ان میں سے آدھے سے زیادہ لوگوں کا تعلق میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن اور میرے اسی شہر لاہور سے ہے اور یہ بات باقی سب

لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ یہ تفریق کیوں ہے؟ غربت لاہور میں زیادہ ہے یا غربت جنوبی پنجاب میں زیادہ ہے، غربت دیہاتوں میں زیادہ ہے یا دُور دراز علاقوں میں زیادہ ہے یا اُن پسے ہوئے لوگوں کے اندر ہے جو زیادہ deserve کرتے ہیں اُنہیں یہ پیسے دینے چاہئیں یا یہ پیسے گوالمنڈی اور ماڈل ٹاؤن کے لوگوں کو دینے چاہئیں تو اس بات کا فیصلہ یہ ایوان کرے کہ یہ صحیح ہوا یا غلط ہوا؟

جناب سپیکر! اس سے آگے صفحہ نمبر 212 پر دیکھئے۔ جناب وزیر اعلیٰ نے rules relax کر کے 8 لاکھ روپے کا ایک پرندہ فالکن خرید کروا کے یو اے ای کے صدر خلیفہ بن زید النہیان کو پیش کیا۔ میرا یہ خیال ہے کہ اب اس طرح کی باتوں کا وقت گزر جانا چاہئے۔ میاں محمد شہباز شریف مڈل کلاس، لوئر مڈل کلاس یا کسی غریب گھرانے سے تعلق نہیں رکھتے۔ ماشاء اللہ کھاتے پیتے صنعت کار گھرانے سے اُن کا تعلق ہے۔ اگر باہر سے کوئی کسی official tour پر آئے تو آپ سرکاری خزانے سے اُسے کچھ بھی present کریں اور جب وہ اپنے کسی نجی دورے پر یہاں آتے ہیں، شکار کھیلنے کے لئے یہاں آتے ہیں یا کسی اور کام کے لئے آتے ہیں تو پنجاب کے غریب عوام کے ٹیکسوں اور اُن کے خون پسینے کی کمائی کا یہ 8 لاکھ روپے کا پرندہ خرید کر اُنہیں تحفہ دینا اور اس کے لئے rules relax کرنا شرمناک بات ہے۔ ہمیں اس چیز کو بدلنا چاہئے۔ میاں محمد شہباز شریف اپنی جیب سے ایک ارب روپے کا بھی تحفہ دے سکتے تھے لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک صوبہ جس کی اینٹ سے اینٹ بجی ہوئی ہے۔ اگر مالی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ صوبہ جو 4 کھرب 45- ارب روپے کا مقروض ہے اور یہ جب وزیر اعلیٰ بنے تو یہ صوبہ 100- ارب روپے سر پلس میں تھا تو اگر دیکھا جائے تو 545- ارب روپے کا بوجھ اس صوبے کے اوپر ہے تو اس صوبے کے جو قائد ہیں، جو انچارج ہیں، جو سربراہ ہیں، جو وزیر اعلیٰ ہیں، جو نگہبان ہیں اُن کو اس طرح کے کام نہیں کرنے چاہئیں۔ اب یہ بھی پتا کرنا پڑے گا کہ وہ غالب عباس نامی شخص کون ہے جس نے 8 لاکھ روپے کا یہ پرندہ خرید کر دیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میرے دیگر دوستوں اور بھائیوں نے بھی بات کرنی ہے، ویسے تو جیسے میں نے کہا کہ 590 صفحات میں سے ہر صفحے میں ایک آدھ اس طرح کی چیز ایوان کے سامنے رکھی جا سکتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمارے رول ماڈل کون تھے، ہم کن کے پیروکار ہیں، ہمیں کن روایات کو جنم دینا ہے اور ہمیں کون سی examples set کرنی ہیں؟ آقائے نامدار ﷺ کی پوری زندگی ایک سیاستدان کے طور پر، ایک لیڈر کے طور پر، ایک حکمران کے طور پر ہمارے سامنے ہے۔ خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عمر بن عبدالعزیز، اُن کی زندگیوں کو

دیکھئے۔ خدارا ہم لوگوں کی باقی کتنی زندگی ہے۔ آپ set examples کیجئے، روایات کی پیروی کیجئے کہ حضرت عمر فاروق ایک دن گھر جاتے ہیں تو بیوی نے routine سے ہٹ کر کھانے پینے کے لئے کچھ اہتمام کیا ہوا ہے۔ عمر فاروق پریشان ہوتے ہیں، حیران ہوتے ہیں اور اپنی اہلیہ محترمہ سے پوچھتے ہیں کہ آج یہ سارا کچھ کہاں سے آیا ہے؟ وہ جواب دیتی ہیں کہ گھر کے خرچے کے لئے جو وظیفہ ملتا ہے اُس میں سے میں نے تھوڑا تھوڑا بچا کر رکھا تھا اور آج میں نے یہ اہتمام کیا کہ ہم سب مل بیٹھ کر یہ کھائیں گے اور میں نے یہ سب اہتمام اُس بچت میں سے کیا ہے۔ عمر فاروق کے چہرے پر واضح طور پر ناگواری اُبھری۔ اگلے دن عمر فاروق گئے اور اپنے وظیفے میں سے کٹوتی کرا دی کہ یہ جو میری بیگم بچت کرتی رہی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں اتنا وظیفہ نہ بھی لوں تو میرے گھر کا خرچہ چل سکتا ہے تو یہ عیاشی میں نہیں چاہتا۔ یہ ہمارے رول ماڈل اور ہمارے لیڈر ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز کی مثال دیکھئے کہ خلیفہ بننے سے پہلے کیا تھے اور خلیفہ بن گئے تو زندگی کے شب و روز یکسر بدل گئے۔ قائدِ ایوان یہاں پر موجود نہیں ہیں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے، آپ کو مقام دیا ہے، آپ تیسری دفعہ وزیر اعلیٰ بنے ہیں اور میاں محمد نواز شریف تیسری دفعہ وزیر اعظم بنے ہیں اس mind set کو تبدیل کر کے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر ہمیں آ جانا چاہئے تو پوری قوم آپ کو دعائیں دے گی، اس سے صوبہ اور ملک کے حالات بھی بہتر ہوں گے اور ہم اپنے crisis سے بھی نکلیں گے اس لئے میرے دوست جب یہاں بیٹھے ہوئے یہ باتیں ہوتی ہیں کہ ہم یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ایک صوبہ جو ساڑھے چار کھرب روپے کا مقروض ہے اس کے سربراہ یہ بات کریں اور پنجابی میں کہتے ہیں کہ:

پلے نئیں دھیلا تے کر دی پھرے میلہ میلہ

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جناب خرم عباس سیال!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں ایک پارلیمانی پارٹی کو represent کرتا ہوں اس لئے بطور پارلیمانی لیڈر مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کے لئے موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ ہم نے ایسی بہت سی باتیں غیروں سے مستعار لی ہیں جن پر ہم آنکھیں بند کر کے عملدر آمد کرتے چلے جاتے ہیں ان میں سے ایک سپلیمنٹری بجٹ بھی ہے۔ میں تیسری دفعہ اس ایوان میں منتخب ہو کر آیا ہوں اور ہر سال بجٹ کے موقع پر سپلیمنٹری بجٹ تتمہ کے طور پر سالانہ بجٹ کے ساتھ نتھی ہوتا ہے۔ حکمران صوابدیدی اختیارات کو ناجائز طور پر استعمال کرتے ہوئے شاہانہ طریقے سے اخراجات کرتے ہیں اور پھر ایک آدھ دن کی بحث کے بعد یہ بجٹ اکثریت کی بنیاد پر منظور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سالانہ بجٹ میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے، ہم پندرہ بیس روز بحث مباحثہ کرتے ہیں، اپوزیشن بنچوں کی طرف سے تنقید اور حکومتی بنچوں کی طرف سے تعریف ہوتی ہے۔ اس بحث کے بعد بجٹ میں ایک دھیلے کی کمی بیشی بھی نہیں ہوتی جس کو بنانے میں اس ایوان کا صفر contribution بھی نہیں ہوتا اور وہ پاس ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد سمجھا یہی جاتا ہے کہ پنجاب اسمبلی نے بجٹ قوم کے فائدے کے لئے پیش کیا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ سپلیمنٹری بجٹ اسمبلی کی منظوری کے بغیر خرچ کیا جاتا ہے۔ میں ایوان کے دونوں اطراف میں بیٹھے ہوئے ممبران کی خدمت میں آپ کے توسط سے یہ عرض کروں گا کہ یہ ان کے استحقاق کی شدید ترین خلاف ورزی ہے۔ ہمیں ان ساری چیزوں کو درست کرنے کے لئے کوئی طریق کار adopt کرنا چاہئے۔ میاں محمود الرشید صاحب نے بہت اچھے طریقے سے سارا کیس ایوان کے سامنے مثالوں کے ساتھ present کیا ہے۔ میں اس پر ان کو مبارکباد بھی پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں سپلیمنٹری بجٹ کے حوالے سے دو تین تجاویز دینا چاہتا ہوں۔ میری پہلی تجویز یہ ہے کہ ایوان کی ہر محکمہ کے حوالے سے کمیٹیاں موجود ہیں۔ اگر کسی محکمہ کا مختص کردہ بجٹ ختم ہو گیا ہے اور آپ ضروریات کے مطابق مزید پیسا خرچ کرنا چاہتے ہیں تو ایک طریق کار یہ ہو سکتا ہے کہ اسی محکمہ کی کمیٹی جس میں معزز ممبران شامل ہوتے ہیں اس کی طرف یہ معاملہ refer ہو جائے اور اس کمیٹی سے وہ زائد از بجٹ رقم پہلے منظور کرائی جائے اور بعد میں خرچ کی جائے تو یہ ایک بہتر طریق کار ہو گا۔ اس کے علاوہ کمیٹی میں شاہانہ اخراجات، مراعات اور نوازشات پر قدغن لگانے کے حوالے سے بھی کوئی بات ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میری دوسری تجویز یہ ہے کہ ایوان کی باقاعدہ ایک فنانس کمیٹی بھی ہے جس کے ممبر وزیر خزانہ صاحب بھی ہیں۔ اس کمیٹی کے اندر یہ معاملہ پیش ہو جائے اور اس کے نتیجے میں وہاں سے منظوری لی جائے تو یہ بھی ایک بہتر طریق کار ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں اس موقع پر یہ بات بھی کرنا چاہتا ہوں کہ سالانہ بجٹ پیش ہو گیا ہے، ایک سال کے بعد پھر سالانہ بجٹ آئے گا اور پھر سپلیمنٹری بجٹ بھی اس کے ساتھ نتھی ہوگا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اچھا طریق کار ہو سکتا ہے کہ mid session میں وزیر خزانہ صاحب کی طرف سے ایک رپورٹ آئے کہ ہمارا سالانہ بجٹ یہ منظور ہوا تھا اب چھ ماہ بعد اس بجٹ کی یہ پوزیشن ہے۔ اس میں reappropriate کرنے میں بھی آسانی ہو جائے گی اور محکموں کو بھی کان ہو جائیں گے کہ mid session کے بعد utilization کے بارے میں بھی کوئی رپورٹ آ سکتی ہے۔ اس بات کو میں اس حوالے سے کر رہا ہوں کہ 2010 میں سیلاب آیا جس کی وجہ سے بہت تباہی ہوئی اور بہت سے سکول متاثر ہوئے، کوئی بالکل صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ 2010 کے بجٹ میں کوئی allocation موجود نہیں تھی۔ اس کے بعد سپلیمنٹری بجٹ 11-2010 جو 12-2011 کے سالانہ بجٹ کے ساتھ پیش ہوا اس میں بھی کوئی reflection موجود نہیں تھی۔ اس میں بھی کوئی اعداد و شمار یا رقم کا تعین نہیں تھا کہ جو ان متاثر ہونے والے سکولوں پر خرچ کی گئی ہو اس حوالے سے سپلیمنٹری بجٹ خاموش ہے۔ اس کے بعد 12-2011 کے بجٹ میں بھی اس کے لئے کچھ نہیں رکھا گیا، شور و غل ہوا تو 13-2012 کے سالانہ بجٹ میں 500 ملین روپے سیلاب زدہ سکولوں کی مد کے اندر بجٹ میں رکھے گئے اور بجٹ پاس ہو گیا لیکن ان 500 ملین روپے میں سے ایک پیسا بھی release ہوا، نہ کرایا گیا اور جو سکول damage ہو گئے تھے ان پر ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوئی میں اس پر شدید احتجاج کرتا ہوں۔ اس لئے میں یہ تجویز دے رہا ہوں کہ mid session میں اس طرح کے معاملات پر کوئی رپورٹ آ جانی چاہئے اور اس کے بعد اس رپورٹ پر ایک دو دن کی discussion ہو جانے سے سسٹم بہتری کی طرف رواں دواں ہوگا۔

جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ سالانہ بجٹ 13-2012 میں شعبہ تعلیم کی مد میں مختص رقم سے تقریباً 10- ارب روپیہ over and above خرچ کیا گیا۔ میں اس میں یہ بتانا چاہوں گا کہ بجٹ میں جو اضافہ ہوا ہے اس کی بنیاد Michael Barber ہے۔ یہ موصوف پتا نہیں کہاں سے آ کر ہمارے صوبہ پنجاب پر مسلط ہوئے ہیں؟ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ پنجاب کے تعلیمی نظام کا تیا پانچا کرنا ہے اور ایک منصوبہ بندی کے ساتھ اس کام کو کیا جا رہا ہے۔ اس میں سب سے بڑی یہ بات ہے جس کو میں

بار بار stress کرتا ہوں کہ دنیا کے تمام educationist اس بات پر یکساں رائے رکھتے ہیں کہ بچہ علم اپنی زبان میں ہی سیکھتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ علم کی ترقی انگریزی زبان میں بھی ہے اور یہ اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ یورپ نے اس پر محنت کی ہے، انگریزی زبان میں development ہوئی ہے کیونکہ یہ ان کی اپنی زبان ہے۔ آپ پہلی جماعت سے انگریزی کو ضرور پڑھائیں، انگریزی پڑھنی چاہئے، عربی پڑھنی چاہئے اور چائنیز پڑھنی چاہئے آپ پڑھائیں گے تو بچہ پڑھے گا لیکن اگر اسے علم سکھانا ہے تو وہ اپنی مادری زبان میں بہتر سیکھ سکتا ہے۔ یہ divine guidance ہے۔ یہ رب کی طرف سے راہنمائی ہے میں اس حوالے سے قرآن ذیشان کا ایک چھوٹا سا اقتباس پیش کر رہا ہوں:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

یہ سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر 4 ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "ہم نے جب بھی کوئی رسول بھیجا ہے اُس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات کو سمجھائے" یہ رَب کی طرف سے ایک clear راہنمائی موجود ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اُس راہنمائی سے بھی انحراف ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لئے آپ انگریزی زبان کو medium of education کے طور پر مسلط کر رہے ہیں یہ نہ کریں۔ چونکہ جماعت اسلامی کی مجھ پر کافی ذمہ داری ہے تو مجھے نہ صرف اپنے حلقہ بلکہ پورے پنجاب میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے جہاں مختلف teachers سے ملاقات ہوتی ہے۔ اس موضوع پر جہاں کہیں بھی بات ہوئی ہے وہاں پر سرکاری اساتذہ بھی پریشان ہیں کیونکہ وہ اس زبان کی صلاحیت نہیں رکھتے جو اُن پر مسلط کر دی گئی ہے۔ میں بہت ہی ادب اور دردمندی کے ساتھ اس بات کی درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لئے اس زبان کو ہمارے اوپر مسلط نہ کریں کیونکہ ہماری قومی زبان اُردو ہے جسے بچہ سیکھتا ہے۔ میں نے پہلے بھی یہ عرض کی تھی کہ بچے کی جو pre school age ہے وہ دو سے پانچ سال ہے جس میں بچہ سیکھتا ہے اور اُس کے ذہن میں کم و بیش تین ہزار الفاظ ثبت ہوتے ہیں۔ وہ بچہ کہاں سے سیکھتا ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ ماں باپ، بہن بھائیوں اور گلی محلے میں نکلتے ہوئے جو دوست بن جاتے ہیں اُن سے سیکھتا ہے۔ آج کل ٹی وی ایک بہت بڑا ذریعہ بن گیا ہے اور بچہ اُس کے آگے بیٹھا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دو سے پانچ سال کا بچہ وہی سیکھے گا جو زبان اُس نے ماں باپ سے سیکھی

ہے۔وہ وہاں سے انگریزی یا عربی تو نہیں سیکھے گا بلکہ وہ اُردو یا پنجابی کے الفاظ اپنے ذہن میں ثبت کرے گا۔ تین ہزار الفاظ کے ذریعے سے ہی وہ مستقبل میں علم سیکھتا ہے۔ باقاعدہ جو statistics ہیں، educationistsاور میڈیکل سپیشلسٹ کہتے ہیں میں یہ عرض کروں گا کہ ان باتوں پر بھی غور و فکر کیا جائے۔ ویسے بھی قائداعظم نے اس پر باقاعدہ Rulingدی کہ اس ملک کی سرکاری زبان اُردو ہو گی تو اس مخمصے سے ہم جو مرعوب ہیں اُس سے براہِ مہربانی ہمیں چھٹکارا دلایا جائے۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں اس حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ دیکھیں کہ gender discrimination کے حوالے سے اوپر سے ایجنڈا مسلط ہوتا ہے۔ خواتین کی تعلیم سے کوئی انکار نہیں ہے کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر تعلیم فرض ہے لیکن آپ یہ دیکھیں کہ اس ملک کی ضروریات کیا ہیں؟ اب یونیورسٹیوں اور ہائرایجوکیشن کے ادارے جہاں سے ہمارے بچے اور بچیوں نے نکل کر اس ملک کو سنبھالنا ہے چاہے آپ پنجاب یونیورسٹی چلے جائیں، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور چلے جائیں یعنی سرکاری اور پرائیویٹ یونیورسٹیوں میں proportion یہ ہے کہ 70 فیصد بچیاں ہیں اور صرف 30 فیصد بچے ہیں یعنی 70 لڑکیاں اور 30 لڑکے ہیں، میں اس حوالے سے آپ کی خدمت میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جو services required ہوتی ہیں ان کے مطابق اُن کا input نہیں ہوتا کیونکہ ظاہر ہے کہ 60 فیصد بچیوں کی شادی ہو جاتی ہے اور کئی اپنے خاندان کی limitation میں چلی جاتی ہیں۔ میں یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ باہر کی developed countries بھی اپنی ضروریات کو سامنے رکھ کر تعلیم کے نظام کو وضع کرتی ہیں اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ پنجاب کا august House ہے جس نے پنجاب کو چلانا ہے اور مستقبل کو بھی دیکھنا ہے لہٰذا ہمیں اس چیز کو بھی اپنی منصوبہ بندی میں جگہ دینی چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں صحت پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ ضمنی بجٹ میں شعبہ صحت کے لئے بھی رقم رکھی گئی ہے۔ اس موقع پر مجھے یہ بات عرض کرنی ہے کیونکہ میں خود بھی پیشے سے ڈاکٹر ہوں تو ہمارے میڈیکل کالجوں میں اب یہ کیفیت ہے کہ 70/75 فیصد بچیاں ہیں اور 20/25 فیصد کے قریب لڑکے رہ گئے ہیں۔ جو لوگ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کو چلانے والے ہیں، فیلڈ میں موجود ہیں اور میڈیکل کالج کے پرنسپل صاحبان ہیں آپ اُن کو بٹھا کر ایک سروے کرائیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ بچیاں جب M.B.B.S کر لیتی ہیں تو اُس کے بعد ان کی شادیاں ہو جاتی ہیں تب 60 فیصد بچیاں medical practice میں موجود نہیں رہتیں جس کی وجہ سے گورنمنٹ کا اربوں روپے کا

exchequerجو پنجاب کے غریب عوام کے دیئے ہوئے ٹیکسوں کا پیسا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے اس لئے میری یہ تجویز ہے کہ آپ یونیورسٹیوں اور میڈیکل کالجوں میں50/50 percentکی کوئیratioمقرر کریں۔ ہمیں جذباتی باتوں میں نہیں آنا چاہئے بلکہ ہمیں ملک اور صوبہ کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ یہ اس حوالے سے seriousباتیں ہیں جن کو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح بجٹ کے دو headsجن کی طرف میاں محمود الرشید صاحب نے بھی referکیا ہے۔ ایک گرانٹ نمبر23اور ڈیمانڈ نمبر16 ہے۔ اسی طرح ایک گرانٹ نمبر31اور ڈیمانڈ نمبر22ہے۔Miscellaneous Departmentsکو بھی8کروڑ روپے سے زائد دیئے گئے ہیں اور Miscellaneous expenditure بھی ساڑھے 9۔ارب روپے سے متجاوز ہے۔اس کی کچھ glimpsesابھی ہمارے اپوزیشن لیڈر کی طرف سے ایوان میں پیش ہوئی ہیں۔ میرے ہاتھ میں گورنمنٹ کا نوٹیفکیشن ہے اور بیس کے قریب Miscellaneous Departmentsہیں جن کے متعلق نہ جانے بہت سی چیزیں کیوں چھپائی جاتی ہیں حالانکہ ان چیزوں کو ایوان کے سامنے رکھنا چاہئے کہ Miscellaneous Departmentsکون کون سے ہیں جن پر خرچہ بھی ہو رہا ہوتا ہے؟ یہاں block allocationرکھ دی جاتی ہے اور مرضی کے مطابق اس میں سے اخراجات ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے روایات جنم لے رہی ہیں اور کچھ چیزیں promoteکرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! اب آپ دیکھیں کہ ہمارا میڈیا کیا کر رہا ہے اور کس cultureکو ہم اپنے ملک میں developکر رہے ہیں؟ پہلے یہ fashion shows and catwalksمغرب میں ہوتے تھے جہاں نوجوان لڑکیاں نیم برہنہ لباس میں مخصوص poseبناتے ہوئے rampپر آتی ہیں اور دونوں اطراف بیٹھے مرد اُنہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن اب ہمارے ہاں بھی یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ میں شہر سے باہر جا رہا تھا تو دیکھا کہ بہاولپور میں بھی اس طرح کے بینر لگے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ اس کو checkکرو کہیں یہ تماشا ہمارے شہر میں شروع تو نہیں ہو رہا جنہوں نے مجھے ایک گھنٹے کے بعد بتایا کہ یہ فیشن شو کا کوئی سلسلہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم نے کپڑوں کے نئے ڈیزائن introduceکروانے ہیں جس پر میں نے کہا کہ کیا کیفیت ہے تو انہوں نے کہا کہ rampکے ساتھ والی سیٹوں کی دس ہزار روپے ٹکٹ ہے، اس سے پیچھے پانچ ہزار روپے اور اس سے پچھلے بنچوں کی ٹکٹ ایک ہزار روپے

ہے۔ اب وہ لوگ جو اس فحش کاری کو دیکھنے آ رہے ہیں وہ ڈیزائنوں کو نہیں بلکہ سارا تماشا دیکھنے آ رہے ہیں۔ ہم نے اس کے خلاف احتجاج کیا تو الحمد للہ ہم نے وہ fashion show بہاولپور میں نہیں ہونے دیا۔ اسی طرح فیصل آباد میں بھی کاوش کی گئی لیکن ہم نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور وہاں بھی نہیں ہونے دیا۔ لاہور میں اب یونیورسٹیوں اور کالجوں میں یہ catwalk کا سلسلہ شروع ہے جسے میڈیا پر بھی دکھایا جاتا ہے۔ میں نے جیو کے ایک بیورو چیف سے بات کی کہ آپ یہ کیسے پروگرام عوام کو دکھاتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم نے arrange نہیں کیا تھا بلکہ یہ ایک گرلز کالج میں catwalk ہوئی تھی جس کی ہم صرف coverage کے لئے گئے تھے۔ میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ ان چیزوں کی طرف اس ایوان کو توجہ دینی چاہئے اور ہمیں اس کا جائزہ لیتے ہوئے دیکھنا چاہئے کہ ہم اس میں کیا کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر! میں تعلیم کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک اچھا کام میاں محمد شہباز شریف نے شروع کیا کہ انہوں نے چولستان میں non formal basic education کے تحت تعلیمی ادارے بنائے جہاں 75 خواتین اور 75 مرد اساتذہ رکھے اور وہ سکول ایسے ہیں جو کھجور کے درخت یا جھاڑیوں کے نیچے ہیں جہاں بیٹھ کر بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جونیئر ٹیچر کے لئے 2 ہزار 5 سو روپے اور سینئر ٹیچر کے لئے 5 ہزار روپے رکھ دیئے۔ ان اداروں میں پانچ ہزار کے قریب بچے پچھلے دو تین سال سے پڑھ رہے ہیں۔ جب ہم اس بجٹ کو دیکھتے ہیں تو وہ اس حوالے سے خاموش ہے۔ پرسوں ہی وہاں سے باقاعدہ ایک وفد بھی آیا اور جنگ فورم کے اندر اس حوالے سے پوری ایک discussion بھی تھی اور میں بھی اس میں شریک تھا۔ میں نے بھی اس پر کافی discussion کی۔ میں محترم وزیر خزانہ سے یہ عرض کروں گا کہ اگر ضمنی بجٹ کے اندر اس طرح کی کوئی چیز آ جائے جو بہتری کے حوالے سے ہے کہ بھئی وہاں پر non formal schools continue رہیں گے اور وہاں پر جو بچے اور بچیاں پڑھا رہے ہیں، جنہیں آپ اتنا کم pay کر رہے ہیں انہیں ریگولرائز کر کے باقی ملازمین کی طرح کر دیں۔ دانش سکولوں کے بارے میں کوئی اچھا کہتا ہے اور کوئی تحفظات رکھتا ہے اور تحفظات اس لئے رکھتے ہیں کہ ایک ایک سکول پر کروڑوں اور اربوں روپے خرچ ہو جاتا ہے لیکن in return کتنے لوگ اس سے benefit ہوتے ہیں، یہ تحفظ ہمیں اس حوالے سے موجود رہتا ہے کہ اس رقم سے باقی سرکاری سکولوں میں جو مشکلات اور missing facilities ہیں، اس میں بہتری ہونی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ ایک flagship ان کے ذہن میں ہے کہ اس کے ذریعے میں جو cosmetic

کروں گا تو اس سے ایک نام روشن ہوتا ہے۔ دانش سکول بنانے کا اصل مقام چولستان ہے اس حوالے سے وزیر خزانہ موصوف بیٹھے ہیں تو 66لاکھ ایکڑ رقبہ پر چولستان محیط ہے جہاں پر لاکھوں کی آبادی ہے لیکن وہاں پر راستے نہیں ہیں اور اندر سڑکیں موجود نہیں ہیں۔ بہاولپور، بہاولنگر اور رحیم یار خان سے چولستان کا متصل علاقہ جو ان اضلاع کے اندر لگتا ہے وہاں پر ضرورت ہے کہ اس تعلیمی سال کے اندر کم از کم ایک ایک دانش سکول بنالیں تاکہ حقیقت میں جنہیں benefit ہونا ہے وہ انہیں ہو سکے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہی التماس کروں گا کہ سپلیمنٹری گرانٹس کی جو بدعت ہے، میں اس کو بدعت کہوں گا، اسے ختم ہونا چاہئے۔ اگر پچھلے کئی بجٹ یہ اٹھا کر دیکھ لیں تو یہ بالکل ٹھیک بات ہے کہ آج اگر اس بجٹ کے اندر اور ہر بجٹ کے اندر اس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ میں جب 2002 سے 2007 کی اسمبلی میں ممبر تھا تو ایک بجٹ کے اندر سپلیمنٹری بجٹ آیا تو دیکھا کہ پانچ بلٹ پروف گاڑیاں خریدی گئیں۔ جو بھی وزیراعلیٰ موصوف تھے وہ اس معزز ایوان میں تشریف فرما تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ نے پانچ گاڑیاں بلٹ پروف خریدی ہیں، ظاہر ہے کہ سالانہ بجٹ میں رکھتے تو بڑا شور وغل ہوتا، اب خرچ کر لیا تو اب ایوان کی مجبوری ہے کہ انگوٹھا لگانا ہی لگانا ہے۔ دو چار تقریریں کرنی ہیں جو ہم کر لیں گے۔ ابھی اسلم اقبال صاحب بھی ماشاء اللہ تیاری کر کے آئے ہیں اور آپ کے سامنے بات کو رکھیں گے لیکن یہ چیزیں ہو جائیں گی تو اس سے اثر تو کوئی نہیں پڑتا۔ میں نے ان سے کہا کہ پانچ گاڑیاں آپ نے خرید لی ہیں اور ایک ایک گاڑی کروڑوں روپے کی مالیت کی ہے۔ چلیں آپ کو بہت خطرہ تھا تو آپ ایک گاڑی خرید لیتے۔ کہنے لگے کہ اور V.V.I.Ps بھی آتے ہیں جن کے لئے ہم نے گاڑیاں رکھی ہیں۔ اس وقت میرے ذہن میں ایسے ہی بات آ گئی اور میں نے ان سے کہا کہ وزیراعلیٰ محترم اگر آپ ایسی گاڑی لے لیتے جس میں عزرائیل علیہ السلام نہ گھس سکتے تو پھر حقیقت میں وہ بلٹ پروف گاڑی ہوتی ورنہ آپ جتنے بھی اخراجات غریب عوام کے ٹیکسوں سے کر لیں گے تو جب آنی ہے تو کسی سے رُکنی نہیں ہے۔ یہ سکیورٹی کے نام پر اتنے بے بہا اخراجات اور پھر ان کی سپلیمنٹری بجٹ کے ذریعے سے منظوری ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے کو ختم کرنا چاہئے۔ آپ پچھلے بجٹ اٹھا کر دیکھ لیں کہ ہر بجٹ کے ساتھ تتمہ جو سپلیمنٹری بجٹ کا ہے، اس میں ہر بجٹ میں اضافہ ہے اور یہ بات بالکل ٹھیک کہی ہے کہ 82۔ارب روپیہ ہے اور اگلے سال ایک کھرب روپے سے تجاوز ہو جائے گا۔ میں اس پر تنقید نہیں کر رہا بلکہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ حکومتی اور اپوزیشن بنچوں پر بیٹھنے والے ہم سب کو مل کر اس بارے میں سوچنا چاہئے کہ اتنے بے مہابہ اخراجات کرنے کے حوالے سے یہ irregularity ہے۔ میں یہ

درخواست کروں گا کہ حکومتی بنچ بھی ہم سے متفق ہو کر اس سپلیمنٹری بجٹ کو reject کر دیں۔ایک دفعہ reject کر دیں گے تو انشاء اللہ آنے والے وقت میں ایک روایت قائم ہو گی اور اس حوالے سے اس سلسلے پر قدغن لگ جائے گی۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار وقاص حسن مؤکل صاحب!

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! شکریہ۔سب سے پہلے تو میں اس ایوان کی توجہ اس اخبار کی خبر کی طرف دلانا چاہوں گا جس کے مطابق پاکستان نائیجیریا کے بعد دوسرا وہ ملک ہے جہاں 61 فیصد بچے سکول نہیں جاتے۔یہ سروے 120 ممالک میں کیا گیا ہے جس میں نائیجیریا 120واں ملک ہے اور پاکستان 119واں ملک ہے۔سپلیمنٹری بجٹ میں تعلیم کے لئے 82۔ارب 38 کروڑ روپے رکھے گئے تھے۔جیسا کہ مجھ سے پہلے معزز ممبران نے اس چیز کی نشاندہی کی ہے کہ سپلیمنٹری بجٹ بنیادی طور پر 19 اور 20 کے فرق کو تو handle کر سکتا ہے لیکن 23۔ارب روپے کی خطیر رقم اس head میں دوبارہ سے ڈالی گئی جس کے اندر پچھلی دفعہ 62۔ارب روپے کے قریب پہلے سے ہی allocated تھے۔میرا سوال آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم سے یہ ہے کہ ایسی کیا ناگہانی آفت تھی کہ 23۔ارب روپے سپلیمنٹری بجٹ کے اندر اور ڈالے گئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ واسا کے اندر 2۔ارب 85 کروڑ 77 لاکھ 86 ہزار روپے کا بجٹ رکھا گیا۔اس وقت حالت یہ ہے کہ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے پورا پنجاب بلکہ پورا پاکستان بلک رہا ہے۔واسا کے ہر واٹر سپلائی پلانٹ کے اوپر independent Generators موجود ہیں لیکن ابھی بھی وہاں پر پانی کی بوند بوند کو عوام ترس رہی ہے۔سپلیمنٹری بجٹ اور اس کے علاوہ دوسرے بجٹ کے یہ پیسے اگر جنریٹر کے ڈیزل کا خرچہ نہیں اٹھا سکتے تو یہ پیسے کہاں جا رہے ہیں؟ اس کے علاوہ 25۔جون کو ایکسپریس اخبار میں ایک خبر لگی ہوئی ہے کہ پانی کے گھریلو صارفین کے لئے 50 فیصد اور کمرشل صارفین کے لئے 100 فیصد اضافی چارجز لگائے گئے ہیں۔یہ کس مد میں لگائے گئے ہیں اور اگر پانی ہے ہی نہیں تو یہ پیسے کس استعمال کے لئے ہیں؟ میں آپ کی وساطت سے یہ سوال رکھنا چاہتا ہوں کہ پانی کا مسئلہ بھی اتنا ہی گھمبیر ہے جتنا کہ بجلی کا مسئلہ بلکہ باقی تمام مسائل لیکن یہ ایک بنیادی ضرورت ہے اور پنجاب کے ہر شہری کا یہ حق ہے کہ اسے اور کچھ نہیں تو حکومت اتنا پانی تو دے کہ وہ بوند بوند کے لئے نہ ترسے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اور مسئلہ کی طرف بھی دلانا چاہوں گا کہ سپلیمنٹری بجٹ میں یوتھ اینڈ سپورٹس میں ایک ارب 13 کروڑ روپے رکھے گئے۔یہ پیسے ان یوتھ فیسٹیول، جلسے اور

پروگراموں میں استعمال کئے گئے ہیں جن کا propose یا جن کی out come قطعی کچھ نہیں، لکھا گیا کہ وہ کس مقصد کے لئے تھے، ان کے اندر ایک ارب روپے کی خطیر رقم لگانے کا objective کیا تھا؟ اس کے علاوہ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمیں ان چیزوں کا خاص طور پر دھیان رکھنا چاہئے کہ سپلیمنٹری بجٹ اس طرح سے استعمال نہ ہو کہ آنے والے وقت میں ہم اسے معزز ایوان سے پاس کروالیں گے اور پیسے لگالیں بلکہ سپلیمنٹری بجٹ ان ناگہانی صورتحال کے لئے ہونا چاہئے جس طرح کہ پچھلے سالوں میں بہت زیادہ سیلاب آئے جو کہ ناگہانی آفت تھی۔ ہم، ہماری پارٹی اور اپوزیشن اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اگر کوئی اجتماعی مسائل ہیں یا جو پیدا ہو جائیں، ناگہانی آفتیں ہوں تو ان کے لئے پیسوں کی allocation ہونی چاہئے نہ کہ اس طرح کے کاموں پر جن کے اندر آنے والے وقت میں کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کے اندر رواسا ہے، اس کے اندر سپورٹس ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سارے معاملات ہیں۔ میں آخر میں یہی سفارش کروں گا کہ میرے خیال میں 14-2013 کے بجٹ میں ہمیں اس چیز کی اصلاح کرنی چاہئے اور اس چیز پر دھیان رکھنا چاہئے کہ ہم پاکستان اور پنجاب کے شہریوں کی خون پسینے کی کمائی کو بہتر طریقے سے استعمال کر سکیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب محمد نواز چوہان!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، جناب عارف محمود گل!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، چودھری ارشاد احمد ارائیں!

چودھری ارشاد احمد ارائیں: جناب سپیکر! میں نے تو اپنا نام نہیں دیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا نام تو آیا ہوا ہے۔ چلیں، ٹھیک ہے۔ خواجہ عمران نذیر!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ نگہت شیخ۔۔۔ موجود نہیں ہیں، سردار شہاب الدین خان!

سردار شہاب الدین خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی فرمایا گیا تھا کہ 45 ناموں کی لسٹ ہے تو اختصار سے گفتگو کریں۔ اس سپلیمنٹری بجٹ کے حوالے سے میں زیادہ لمبی بات نہیں کروں گا کیونکہ بڑی تفصیل سے اپوزیشن لیڈر نے گفتگو فرمائی ہے۔ جیسا کہ میرے معزز اپوزیشن کے ممبران نے گفتگو کی کہ سپلیمنٹری بجٹ صرف اور صرف ان حالات میں پیش کیا جاتا ہے جب کسی صوبے یا کسی ملک میں کوئی ایسی صورتحال پیش آجائے جہاں خرچ کرنے کی ضرورت ہو جیسا کہ سیلاب یا دوسری آفات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائیں۔ اس ضمنی بجٹ میں 82۔ ارب روپے کی خطیر رقم ہے جس میں تقریباً 25۔ ارب روپے پچھلے سالانہ بجٹ سے بڑھ کر ہے۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اگر رقم تھوڑی بہت کم یا زیادہ تو ہو سکتی ہے لیکن اتنی huge amount جو پنجاب کے غریب کسان، مزدور، کاشتکار کے خون

پسینے کی کمائی ہے اور اس کو اس طریقے سے ہر ڈیپارٹمنٹ میں تحائف کی صورت میں استعمال کیا جارہا ہے۔آپ ملاحظہ فرمائیے وزیر خزانہ !۔۔۔موجود نہیں ہیں، اٹھ کر چلے گئے ہیں، میں ان کی توجہ چاہتا تھا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر:ان کی جگہ پر منسٹر صاحب موجود ہیں جولکھ رہے ہیں اور وہ ابھی آ جاتے ہیں۔

سردار شہاب الدین خان:اس سپلیمنٹری بجٹ میں تو صرف focus لاہور ہی ہے تو میرے خیال میں جنوبی پنجاب کو اس پنجاب کے نقشے سے ختم کر دیا جائے تو اچھی بات ہے۔ پوری سپلیمنٹری بجٹ کتاب میں ایک بھی محکمہ پر، چاہے آپ ایجوکیشن لے لیں، ہیلتھ لے لیں اور تمام miscellaneous محکمہ جات کو لے لیں تو ایک روپے کی اضافی رقم بھی پورے 12 اضلاع میں خرچ نہیں ہوئی۔ اسی بات پر میں wind up کرتے ہوئے جناب وزیر خزانہ کو یہ گزارش کروں گا کہ مہربانی کرتے ہوئے اس ضمنی بجٹ کو اس معزز ایوان سے پاس کروانے سے پہلے جیسا کہ ڈاکٹر وسیم صاحب نے تجویز دی ہے کہ اسے کسی کمیٹی کے سپرد ہونا چاہئے تاکہ اس پر بحث ہو اور بحث ہونے کے بعد یہ ایوان اس کی منظوری دے تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو خصوصاً اپوزیشن بنچوں کے ممبران کو پتا چلے کہ یہ پیسا کس طریقے اور کس طرح سے خرچ ہوا ہے یا ہونے جارہا ہے۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ضلع لیہ میں اس بجٹ تقریر میں وزیر خزانہ نے دو میگا پراجیکٹ کا اعلان کیا۔ ایک لیہ تونسہ پل اور دوسرا بہادر کیمپس بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی لیہ۔ اس سالانہ بجٹ میں صرف دو دو کروڑ روپیہ مختص ہوا ہے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی اور میری سوچ سے یہ بالاتر ہے کہ 2 کروڑ روپے سے لیہ تونسہ پل جہاں صرف ایک افتتاحی تختی تو لگادی گئی ہے لیکن اس پر کوئی کام ابھی تک شروع نہیں ہوا۔ یہ تختی پچھلے چار سالوں سے لگی آ رہی ہے کہ لیہ تونسہ پل بن رہا ہے۔ اگر آپ نے جنوبی پنجاب کو اسی طریقے سے funding کرنی ہے تو میں دوبارہ repeat کروں گا کہ جو جنوبی پنجاب کے 12 اضلاع ہیں انہیں اگر پنجاب کے نقشے سے ختم کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ بہادر کیمپس کی بات کروں تو اس میں بھی سالانہ بجٹ میں صرف 2 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ آئندہ پانچ سالوں میں ضلع لیہ کے یہ دونوں منصوبہ جات مکمل ہوں گے۔ میری نہایت ادب سے یہ گزارش ہو گی کہ اس پر نظر ثانی کرکے، میں نے سپلیمنٹری بجٹ کی بات تو کر لی ہے میں سالانہ بجٹ کی بات کر رہا ہوں کہ اس میں رقم بڑھا کر ان ongoing schemes کو جتنا جلدی ممکن ہو مکمل کیا جائے۔

جناب سپیکر! تعلیم کی مد میں سالانہ بجٹ میں 210۔ ارب روپے اور ضمنی بجٹ میں 10۔ارب روپے کی خطیر رقم جو اس معزز ایوان سے منظور ہونے جا رہی ہے، ہم جو بھی تقاریر کرتے رہے ہیں اور تجاویز دیتے رہے ہیں ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہماری تجاویز کو کسی صورت بھی شامل نہیں کیا جائے گا۔ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب آئے انہوں نے بہت اچھی گفتگو کی اور کہا کہ ہم اپوزیشن کی تجاویز کو شامل کریں گے لیکن لگتا نہیں ہے کہ ہماری تجاویز کو شامل کیا جائے گا۔ میرا حلقہ پی پی۔263 ہے بڑے افسوس کی بات ہے اور آج مجھے اس ایوان میں یہ بتاتے ہوئے شرم بھی آ رہی ہے کہ میرا حلقہ ایسا حلقہ ہے جہاں کالج تو دور کی بات وہاں ایک بھی ہائر سیکنڈری سکول موجود نہیں ہے۔ کیا یہ حلقہ ارباب اختیار کی نظر میں نہیں ہے؟ لاہور میں بیٹھے ہوئے بیوروکریٹس یا سیاستدانوں کی نظر میں نہیں ہے؟ جہاں literacy rate اتنی کم سطح پر ہے کہ آپ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ وہ حلقہ جو دریائے سندھ کی ایک پٹی پر مشتمل ہے، 2010 کے سیلاب میں وہاں اتنی تباہی ہوئی کہ لوگوں کو گھر تو گھر سر ڈھانپنے کے لئے بھی جگہ نہیں ملی۔ سپلیمنٹری بجٹ تو منظور ہونے جا رہا ہے اور تقریباً ہو بھی چکا ہے تو میری یہ تجاویز ہوں گی کہ خصوصاً ڈیرہ غازی خان، راجن پور، لیہ، مظفر گڑھ، بھکر اور میانوالی جو تقریباً دریائے سندھ کے بیڈ کے ساتھ ہی ہیں ان کے لئے بھی اس سالانہ بجٹ میں کوئی رقم مختص کی جائے۔ جنوبی پنجاب کے لئے اس بجٹ میں 93۔ارب روپیہ رکھ دیا گیا ہے لیکن روڈ سیکٹر کے حوالے سے، چھوٹے cracks جو دریائے سندھ کے دونوں اطراف میں موجود ہیں، اپنے ضلع میں اپنی constituency کی بات کروں گا کہ وہاں پچاس ہزار کی آبادی پر مشتمل علاقے کے لوگوں کا ان گرمیوں میں چار ماہ تک شہروں سے رابطہ بھی ممکن نہیں ہے۔ اگر ہمارے ارباب اختیار اس ضلع میں دریائے سندھ کی پٹی کو دیکھیں تو ان لوگوں کا صرف شہر سے رابطے کے لئے جو چھوٹی cracks ہیں ان پر اگر کچھ پُل بنائیں، ہمارے کہنے پر نہیں بلکہ اپنے ہی حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے ہمارے معزز ممبران کی تجاویز پر عمل کر کے خرچ کریں اور وہ پسماندہ علاقے جن کی روزی روٹی کے لئے شہروں تک رسائی نہیں ہے ان کی رسائی ممکن ہو سکے۔ میری یہ تجویز ہو گی کہ اس وقت ہمارے بہت سارے معزز وزراء صاحبان ایوان میں موجود ہیں، میں ان کو دعوت دوں گا کہ وہ راجن پور سے لے کر بھکر اور میانوالی تک visit کریں۔ ان علاقوں کے لوگوں کو اپنے دھارے میں لانے کے لئے پنجاب کے بڑے شہر لاہور، گوجرانوالہ اور فیصل آباد کے برابر کھڑے کرنے کے لئے ان کے جو بھی مسائل ہیں چاہے وہ روڈ سیکٹر کے حوالے سے ہوں، چاہے وہ cracks پُلوں کے حوالے سے ہوں اور خصوصاً ایجوکیشن اور ہیلتھ کے حوالے سے ہوں ان کو حل کریں اور مہربانی کرتے ہوئے اس سالانہ بجٹ

میں ایک فنڈ مختص کریں اور اپنے ہی معزز ممبران صوبائی و قومی اسمبلی کی تجاویز پر عمل کرتے ہوئے ان علاقوں کو بھی اپنے بڑے شہروں کے برابر لاکر کھڑا کریں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! آپ کا بھی بہت شکریہ۔ پیر محمد اشرف رسول صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، please آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! please آپ تشریف رکھیں۔ جناب فقیر حسین ڈوگر!۔۔۔ آپ بات کریں۔

جناب فقیر حسین ڈوگر: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف، وزیر خزانہ میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن اور ان کی پوری ٹیم کو نہایت متوازن اور فلاحی بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں کیونکہ میرے نقطہ نظر کے مطابق اس کی ترجیحات بھی درست ہیں اور مقاصد بھی پاکستان اور صوبہ پنجاب کے عوام کی بہتری کے لئے ہیں۔ جہاں تک ضمنی بجٹ کا تعلق ہے اس کے متعلق میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ کسی بھی کام کو اچانک کرنے کے لئے جیسا کہ کبھی ملک میں سیلاب آ جاتا ہے تو اس کے سدباب کے لئے اور عوام کی بہتری کے لئے اگر ایسے بجٹ کو کاٹا جائے تو اس سے پنجاب کے عوام کی فلاح میں بہتری نہیں بلکہ کمی آئے گی۔ میری پورے ایوان سے یہ درخواست ہے کہ اس کو اسی طرح منظور کیا جائے تاکہ وزیراعلیٰ پنجاب جو انتھک محنت کے ساتھ عوام کے فلاحی منصوبوں کو مکمل کرنے میں دن رات کوشش کرتے رہتے ہیں ان کو کسی بھی طرح صرف اور صرف روپے کی کمی کی وجہ سے رکاوٹ نہ آئے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب محمد عارف عباسی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب آصف محمود صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! شکریہ۔ میری درخواست ہے کہ اس دفعہ تو ضمنی گرانٹ لینی نہیں چاہئے تھی کیونکہ ہم سادگی کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنے اوپر سادگی کی مثال پہلی دفعہ ہی سی اسی بجٹ سے لاگو کر لینی چاہئے تھی لیکن میں سادگی کی ایک مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتی

ہوں۔13-2012 کے بجٹ میں entertainment اور تحائف کی مد میں 80 لاکھ روپے رکھے گئے تھے۔ یہ میں نہیں کہہ رہی بلکہ official book current expenditure volume-1 page No. 363 کو کھولیں تو اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ 80 لاکھ روپے entertainment کی مد میں رکھے گئے۔ Entertainment کیا ہوتی ہے؟ جبکہ وزیروں کے کمروں میں یا کہیں کسی چیمبر میں جائیں تو دعویٰ یہ کیا جارہا ہے کہ چائے بھی بند کر دی گئی ہے اور چائے کے اندر جو چینی ڈالی جاتی تھی اب وہ بھی ختم ہو گئی ہے پھر entertain کس کو کیا جارہا ہے؟ اس مد میں 80 لاکھ روپے رکھے گئے لیکن خرچ 3 کروڑ 40 لاکھ روپے ہوئے یعنی 2 کروڑ 60 لاکھ روپے زیادہ خرچ ہوئے۔ آپ سادگی کا اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ ایک مقروض صوبہ جو 445۔ارب روپے کا مقروض ہے اس کے گفٹ اور entertainment کے لئے 2 کروڑ 60 لاکھ روپے کی رقم زیادہ استعمال کی، کیوں؟ جبکہ ہم سادگی کا دعویٰ کرتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! اب میں آپ کو ایک اور مثال دیتی ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک بہت اچھا کام کیا کہ انہوں نے وزراء کے جتنے بھی صوابدیدی فنڈز ہیں وہ ختم کر دیئے۔ Very good لیکن انہوں نے اپنی گرانٹ کے لئے initiative کیوں نہیں لیا، انہوں نے اپنی صوابدیدی گرانٹ کو کیوں نہیں چھیڑا؟ اس مد میں 3 کروڑ روپے رکھے گئے لیکن 3 کروڑ روپے کے بدلے جو خرچ کیا گیا وہ 11 کروڑ 66 لاکھ روپے بنتے ہیں یعنی کہ 8 کروڑ 66 لاکھ روپے انہوں نے زیادہ خرچ کئے، کیوں؟ ہم تو کہہ رہے ہیں کہ ہم سادگی اختیار کریں گے۔ انہوں نے وزیروں کی گاڑیوں پر جھنڈے اتارنے کا کہہ دیا ہے۔ وزیروں کو جو گھر دیئے گئے ہیں وہ بھی ختم کریں کیونکہ ان کے پاس ماشاء اللہ اپنے گھر موجود ہیں۔ وزیروں کو اپنے گھروں میں رکھیں اور وزیروں سے گاڑیاں لے لی جائیں تاکہ جو پٹرول کا خرچہ ہو رہا ہے یا گاڑیوں کے expenditures ہو رہے ہیں وہ ختم ہوں اور ہم سادگی کا جو نام لے رہے ہیں وہ پورا کر لیں۔ خالی جھنڈا اتار دینے سے سادگی نہیں آئے گی، ہم صرف جھنڈے اتار دینے سے جو سادگی کے دعوے کر رہے ہیں وہ پورے نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے 8 کروڑ 66 لاکھ روپے زیادہ خرچ کئے جبکہ انہوں نے 3 کروڑ کی گرانٹ منظور کرائی تھی۔ اب میں آپ کو دوسری مثال دیتی چلوں، میں نے تو جان کی امان پا کر تھوڑے سے points بنائے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! علاج کے نام پر312 لوگوں کو16 کروڑ49 لاکھ64 ہزار روپے دیئے گئے، جو61 کروڑ39 لاکھ53 ہزار روپے دیئے گئے یہ کن کن لوگوں میں پچاس پچاس ہزار روپے بانٹے گئے؟ یہ میں نہیں کہہ رہی بلکہ یہ supplementary budget 2012-13 page Nos. 27,92,325 میں لکھا ہوا ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ ہم نے312 لوگوں کو علاج کے لئے مالی امداد دی ہے۔ کیا پورے صوبے میں312 لوگ ہی غریب ہیں یا312 لوگ ہی بیمار ہیں جن کے علاج کے لئے یہ رقم رکھی گئی ہے؟ یہ تقریباً دس کروڑ عوام کا صوبہ ہے، کیا اس میں صرف312 لوگ ہی غریب ہیں؟ جو سروے رپورٹ بنائی گئی ہے اس کے مطابق4 کروڑ عوام خطِ غربت سے نیچے آ چکے ہیں تو کیا4 کروڑ میں سے صرف312 لوگ بیمار تھے جن کے علاج کے لئے انہوں نے پیسا لیا اور پھر ان کو پچاس، پچاس ہزار روپے کر کے بانٹا گیا؟ ایک طرف تو دو دو سال زکوٰۃ ہی نہیں دی جاتی، زکوٰۃ کا ہی نہیں پتا ہوتا اور دوسری طرف کروڑوں روپے بانٹے جاتے ہیں۔ کیا صوبہ پنجاب میں صرف312 لوگ ہی غریب ہیں، وزیر صاحب ان کا کوئی criteria بتائیں گے تاکہ ہم بھی ان کو بتا دیں کہ یہ بھی غریب ہیں یا ان کا بھی علاج ہونا چاہئے۔ وزیر صاحب کو ان کا criteria مختص کرنا چاہئے اور ایوان کے سامنے بتانا چاہئے کہ ہم نے کن کن لوگوں کے لئے گرانٹ لی ہے۔ دوسری میں صرف یہی درخواست کروں گی کہ ہم روز روز کا رونا دھونا بند کر دیں کہ ہم یہ کر دیں گے، ہم وہ کر دیں گے۔ ہمارا صوبہ445۔ ارب روپے کا مقروض ہو چکا ہے۔ ہمیں سادگی اپنانی چاہئے، بجٹ کی کتابوں کے اندر بہت سی گرانٹس ہیں۔ کچھ دن پہلے میں گزر رہی تھی تو سامنے سی ایم صاحب کا کمرہ ہے بالکل ہونا چاہئے وہ ہمارے پنجاب کے سی ایم ہیں، اس کے ساتھ والے کمرے میں فرنیچر جا رہا تھا تو میں نے کچھ لوگوں سے پوچھا کہ کس کے کمرے کا نیا فرنیچر جا رہا ہے تو مجھے بتایا گیا کہ اندر ڈاکٹر توقیر صاحب کا کمرہ بن رہا ہے کیونکہ وہ سیکرٹری ٹو سی ایم ہیں۔ ایک طرف تو ہم سادگی کی مثالیں دیتے ہیں اور دوسری طرف ہم نئے فرنیچر خرید رہے ہیں۔ ہمیں سادگی اپنانی چاہئے اور سادگی تبھی آئے گی جب چیف ایگزیکٹو خود initiative لیں گے۔ بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، جناب جمیل حسن خان!

جناب جمیل حسن خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں جناب وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور خاص طور پر ان کی ٹیم کو جنہوں نے بہت کم وقت میں اور بہت کم نقائص کے ساتھ یہ بجٹ تیار کیا جس میں اس صوبے کی

ڈویلپمنٹ اور پبلک ویلفیئر کے لئے اتنی بڑی رقم رکھی گئی ہے اس کی صحیح انداز میں bifurcation کرنا بھی اس مینجمنٹ کا کمال ہے۔ اگر آپ دنیا کی تاریخ دیکھیں تو ایسے بجٹ کو ہمیشہ appreciate کیا گیا جس میں ہیلتھ اور ایجوکیشن کا خیال کیا گیا۔ پنجاب اسمبلی کے بجٹ میں اللہ کے فضل سے ان دونوں چیزوں کو promote کیا گیا ہے اور ان دونوں چیزوں کا انتہائی خیال کیا گیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میاں محمد اسلم اقبال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں، وہ بات کر رہے ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں اسی حوالے سے گزارش کرنا چاہ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پلیز! ان کو بات کرنے دیں اس کے بعد آپ بات کیجئے گا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ سپلیمنٹری بجٹ پر discussion کا دِن ہے اس پر Annual Budget پر بحث نہ کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بات کر رہے ہیں، آپ ان کی بات سُنیں۔ جی، آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آج جمعہ ہے اور ساڑھے بارہ بجے اجلاس ختم ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ لوگ جب بات کر رہے تھے تو کسی نے آپ کو interrupt نہیں کیا، اب آپ بھی ان کی بات سُنیں۔ جی، آپ بات کریں۔

جناب جمیل حسن خان: جناب سپیکر! کسی مہربان کی مہربانی کو appreciate کرنا ان کی نظر میں گناہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو آدمی آپ کے ساتھ بھلائی کرے اس کا شکریہ ادا کرو۔ ان کو شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ہمارے چیف منسٹر صاحب نے انتہائی اچھا بجٹ دیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آپ اندازہ کر لیں، آپ دیکھ لیں کہ نبی اکرم حضرت محمد ﷺ بیٹیوں سے زیادہ محبت کرتے تھے تو چیف منسٹر صاحب نے اپنی بیٹیوں کے لئے ایجوکیشن فنڈ کے حوالے سے جو پیسے رکھے ہیں میں ان کو appreciate کرتا ہوں۔ جب تک ہماری بیٹیاں نہیں پڑھیں گی تو یہ معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ یہ میرے دِل کی بات تھی کہ خُدا کرے ہماری حکومت بچیوں کے لئے زیادہ فنڈ مختص کرے اور چیف منسٹر صاحب نے اس بات کا خیال رکھا اور بچیوں کے لئے زیادہ بجٹ رکھا۔ جو بات میرے دِل میں ہے وہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ بنایا گیا، سارے measures لئے گئے لیکن اس ایک چیز کو بھی add کیا جائے کہ ہمارے صوبے کے اندر ہر یونین کونسل کے اندر بیٹوں کا کچھ نہیں ہوتا وہ تو سائیکل پر دس کلومیٹر دور بھی

چلے جاتے ہیں لیکن بات اس غریب آدمی کی بیٹی کی ہے جو وسائل نہ ہونے کی وجہ سے اپنی بچی کو تعلیم نہیں دلوا سکتا۔ میری گزارش ہے کہ اس بات کو highlight کیا جائے کہ صوبہ پنجاب کے اندر کوئی یونین کونسل ایسی نہ ہو جہاں پر بچیوں کا ہائی سکول نہ ہو۔(نعرہ ہائے تحسین)
سب سے پہلے اس ایجنڈے پر کام کیا جائے گا تو آپ کو بہت اچھے رزلٹ ملیں گے، ہماری ترقی اس کمیونٹی سے وابستہ ہے۔جب پڑھی لکھی ماں ہو گی تو معاشرہ پڑھا لکھا ہو گا اگر ہم اپنی بیٹیوں کو نہیں سنبھال سکتے، ان کا خیال نہیں کر سکتے تو یہ ملک اور یہ صوبہ ترقی نہیں کر سکتا۔ میری گزارش ہے کہ بچیوں کی تعلیم کے سلسلے میں جو بھی ممکن ہو، کیا جائے اور اس معاملے کو زیادہ promote کیا جائے اور ان کی تعلیم کا خاص خیال رکھا جائے۔

جناب سپیکر! دوسری بات ایک مسئلہ جو میں خود بھگت رہا ہوں، آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میرا حلقہ پی پی۔174 ننکانہ صاحب ہے جس میں سید والا ضلع کا بڑا گھر تھانہ مانگٹاں والا ہے۔ اس کے اندر ایک نہر ہے جس کو سید والا ڈسٹری بیوٹری کہتے ہیں۔ ہم پچھلے بیس سالوں سے زمیندار ہیں، ویسے زمیندار تو ہم سب لوگ ہی ہیں لیکن جو کرپٹ زمیندار ہیں انہوں نے اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے نہر کے پشتے توڑ دیئے ہیں۔ وہ صرف ہاتھ ہلاتے ہیں تو پانی کی نہر بہنے لگ جاتی ہے، اس پر آج تک توجہ نہیں دی گئی۔ میں 11۔ مئی کو منتخب ہوا ہوں 13۔تاریخ کو میں نے سیکرٹری آبپاشی سے اس حوالے سے میٹنگ کی کہ پلیز آپ میری مدد کریں جس پر پوری گورنمنٹ، محکمہ آبپاشی، چیف انجینئر محکمہ انہار یعنی وہ سب لوگ میرے ساتھ لگے ہوئے ہیں وہ پندرہ دن سے پوری کوشش کر رہے ہیں کہ اس پانی کو روکا جائے۔ جس نہر کے پشتے ہی نہیں ہیں تو ہم اس کو کیسے روک سکتے ہیں؟ بیلداروں کے لئے ان جگہوں پر ٹینٹ لگوائے ہوئے ہیں جو sensitive ہیں۔ بیلدار پیشاب کرنے کے لئے بھی جاتا ہے تو دوسرے زمیندار کا بندہ آتا ہے اور اس نہر کو توڑ دیتا ہے لیکن انتظامیہ اور ہمارا قانون بے بس ہے۔ ان پر ایک پرچہ درج کروایا جاتا ہے جو قابل ضمانت ہے، میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ ضمنی بجٹ میں ہمارے وزیر موصوف کو جو فنڈ ملے ہیں وہ پانی کو بچانے کے لئے استعمال کئے جائیں۔ اسی طرح سے میری ایک اور suggestion ہے اور وہ یہ ہے---

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ان کو ضمنی بجٹ کا پتا ہی نہیں ہے جو چیزیں خرچ ہو گئی ہیں یہ ان کے لئے suggestion دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ علیحدہ بیٹھ کر یہ گزارشات متعلقہ وزیر صاحب کو دے دیں۔

جناب جمیل حسن خان: جی، ٹھیک ہے۔ میں ان سے میٹنگ کر لیتا ہوں مگر میری ایک عرض سُن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ متعلقہ وزیر صاحب سے discuss کر لیں۔

جناب جمیل حسن خان: جناب والا! اس کو on record لایا جائے، ڈسٹری بیوٹری سیدوالا کی مرمت کی جائے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! آپ explain کر دیں کہ کس چیز پر discussion ہو رہی ہے؟ آج ضمنی بجٹ پر بحث ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جمیل حسن خان صاحب! آپ وزیر موصوف کے ساتھ علیحدہ بیٹھ کر بات کر لیں۔

جناب جمیل حسن خان: شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ خواجہ محمد نظام المحمود!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، جناب اعجاز خان!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، ملک تیمور مسعود!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔

جناب شہزاد منشی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ تشریف رکھیں۔ جناب عامر سلطان چیمہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، محترمہ فائزہ احمد ملک!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں، راجہ راشد حفیظ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب احمد خان بھچر!

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! چونکہ وقت تھوڑا ہے اور میرے سینئر میاں محمد اسلم اقبال صاحب نے ابھی بات کرنی ہے تو میں یہ چاہوں گا کہ میاں محمد اسلم اقبال صاحب ہی بات کریں کیونکہ آج جمعہ ہے اور اجلاس ساڑھے بارہ بجے ختم ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کن کی بات کر رہے ہیں؟

جناب احمد خان بھچر: جناب والا! آج جمعہ ہے اور اجلاس کا وقت ساڑھے بارہ بجے تک ہے اس کے بعد اجلاس ختم ہو جائے گا۔ اس وقت بارہ بج رہے ہیں اور ہمارے سینئر بیٹھے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کا نام بھی ابھی آ جاتا ہے۔

جناب احمد خان بھچر: میں یہ چاہوں گا کہ میاں محمد اسلم اقبال صاحب پہلے بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ان کا نام بھی ابھی آ جاتا ہے۔ رانا عبدالرؤف!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، میاں کاظم علی پیرزادہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، ملک سیف الملوک کھوکھر!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، جناب ذوالفقار علی خان!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، ملک مظہر عباس راں!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، جناب احمد شاہ کھگہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، محترمہ شبینہ ذکریا بٹ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں، جناب محمد صدیق خان!

جناب محمد صدیق خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے سپلیمنٹری بجٹ پر بولنے کا موقع دیا۔ جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں کہ سپلیمنٹری بجٹ کی قانون اور آئین کے مطابق جو provision رکھی گئی ہے وہ کسی آسمانی آفت کے حوالے سے یا unforeseen expenditures کے حوالے سے قابل عمل ہوتی ہے۔ سپلیمنٹری بجٹ کی جو قانونی اور آئینی حیثیت ہے وہ یہ ہے کہ دو وجوہات کی بنیاد پر اس head میں خرچ کیا جا سکتا ہے جسے بعد میں اسمبلی سے validate کروایا جاتا ہے۔ میں عرض کرتا چلوں کہ اس ضمنی بجٹ کا جو اس وقت volume ہے وہ more than 82 Billion rupees ہے اور اس میں سے بھی ماسوائے جو miscellaneous expenditure head ہے، جو صفحہ نمبر 247 سے لے کر 338 تک ہے اور اس کا جو volume ہے وہ more than 9 Billion rupees پر محیط ہے۔ اس میں سے بالخصوص 61 کروڑ 39 لاکھ 53 ہزار روپے جو کہ financial assistance کے head میں رکھے گئے ہیں اور without any check and balance ہیں Who will determine, who deserve for this public amount? اور اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ لاہور ہمارا دل ہے، کیا سارے پاکستان اور پنجاب کے غریب لاہور میں رہتے ہیں؟ اس ضمنی بجٹ کا تناسب 61 فیصد نکلتا ہے جو صرف لاہور کے غریبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ پاکستان میں 4 کروڑ لوگ جو خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں ان لوگوں کا اس میں کوئی حق نہیں تھا؟ میں سمجھتا ہوں جو ہمیں تھوڑا بہت جمہوریت کے حوالے سے علم ملا ہے وہ تو check and balance کا نام ہے one man show کا نام نہیں۔ اس کے علاوہ جو سالانہ بجٹ ہوتا ہے That is a highly sacred document, because of this کہ اس میں صوبے کی عوام کے لئے ویلفیئر کے جو منصوبے ہوتے ہیں، عوامی فلاح و بہبود کے جو منصوبے ہوتے ہیں ان پر خرچ کیا جائے۔ بجٹ میں جو گورکھ دھندا کا لفظ استعمال ہوتا

ہے، آپ دیکھیں کہ گزشتہ چار سالوں میں بھی چار سپلیمنٹری بجٹ آئے، آئین اور قانون کی جو spirit ہے اس سے وہ contrary ہیں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ کسی calamity کی صورت میں۔۔۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب محمد صدیق خان: اور کوئی ایسا incident جس کا اسمبلی کے ممبران احاطہ نہ کر سکیں، تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ 82 بلین روپے جو ضمنی بجٹ کی صورت میں cut لگایا گیا ہے، یہ سابقہ بجٹ 13-2012 تھا اور اس میں جو سالانہ ترقیاتی پروگرام تھا جو اس صوبے کی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے تھا اس کو cut لگا کر سیاست کی نذر کر دیا گیا ہے، political bribe کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، اس کے علاوہ بیوروکریسی کی نذر کر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ آئین اور قانون میں جو سپلیمنٹری بجٹ کی spirit ہے اس کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ میں زیادہ باتیں تو نہیں کرنا چاہتا لیکن جو سپلیمنٹری بجٹ کی provisions ہیں اس کے law کے حوالے سے بات کر رہا ہوں کہ یہ اس کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ قانونی points اٹھانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہم minority میں ہیں لیکن ہمارا یہ فرض ہے، ہمارے constituents نے ہمیں یہ حق دیا ہے، ہمیں اپنے حقوق کا امین مقرر کیا ہے کہ ہم Rule of Law کے لئے، قانون کی پاسداری کے لئے، اس صوبے کی عوام اور tax payers کا جو treasury ہے، صوبے کا خزانہ ہے اس کو protection دینے کے لئے اپنی آواز اٹھائیں۔ انشاءاللہ یہ آواز اٹھتی رہے گی اور اس کے لئے سب سے بڑا very important and foremost جو institution ہے وہ یہ معزز ایوان ہے۔ ہم اس میں بھی اس کو take up کریں گے پھر میڈیا میں بھی لے کر آئیں گے اور اس کے بعد اگر ہمیں تسلی نہ ہوئی تو ہمارے پاس یہ بھی حق موجود ہے کہ ہم کسی غیر قانونی اقدام کو کسی عدالت میں لے جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ ہمارا حق ہے اور میں اس ایوان کو چلانے کے حوالے سے بھی عرض کرتا چلوں کہ "The News" جو کہ پاکستان کا ایک بہت بڑا اخبار ہے۔ 25 تاریخ کی اشاعت میں ڈاکٹر بابر ڈوگر صاحب نے جو facts بیان کئے ہیں، اس کے علاوہ موجودہ وقت میں جو media clipping ہوتی ہے وہ piece of evidence ہوتا ہے آپ ذرا اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ آج وزیر قانون نے بھی یہی بات کی ہے کیونکہ کل میں نے کچھ اعتراضات اٹھائے تھے جو انہیں ناگوار گزرے، میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح کا ان کا attitude تھا، ہماری آواز حق کے لئے اور انصاف کے لئے کبھی بھی نہیں بیٹھے گی۔ یہ تو ایک بازیچہ اطفال

ہے، جس طرح کل میں نے 1997 کے ایگریکلچر انکم ٹیکس ایکٹ کے بارے میں بات کی تھی اس میں جو mechanism تھا اس کو انہوں نے properly اس ایوان میں بیان نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو رائے میرے لئے، ان لوگوں کے لئے اس ایوان میں assessment کی وہ بازیچہ اطفال ہے، وہ غلط assessment ہے وہ کبھی بھی پوری نہیں ہو گی۔ ہم عوام کے نمائندے ہیں، ہم نے عوام کے حقوق کے لئے بولنا ہے اور اس سپلیمنٹری بجٹ کے حوالے سے میں اتنی بات کہوں گا کہ جو financial assistance for poor ہے اس میں کوئی check and balance نہیں ہے، کسی جگہ کوئی mechanism نظر نہیں آتا اور دوسری بات on the whole میں عرض کروں گا کہ آئین و قانون میں سپلیمنٹری بجٹ کی جو spirit ہے یہ اس پر پورا نہیں اترتا اس لئے میں اسے validate نہیں کرتا لیکن میرے validation نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ میں نے اپنا حق ادا کرنا تھا اور وہ آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ محترمہ عفت معراج!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں، سید اعجاز حسین بخاری!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، محترمہ عذرا صابر خان!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں، ڈاکٹر محمد افضل!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، چودھری افتخار حسین چھچھر!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، محترمہ سعدیہ سہیل آپ کا نام پورا لکھا گیا ہے یا نہیں؟

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! میرا پورا نام سعدیہ سہیل رانا ہے، رانا رہ گیا ہے۔

جناب سپیکر: نام کی درستی کر لی جائے تاکہ آئندہ پورا نام لکھا جائے۔ انہوں نے اپنا جو نام رکھا ہوا ہے آپ اس میں کیوں کمی کرتے ہیں؟

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: رانا لگا ہوا ہے وہ تو نہیں ہٹنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ فرمائیں!

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ میرے قائد محترم نے ایک ایک چیز کو لے کر اس پر بہت detail سے بات کی ہے۔ میں کچھ ایسے معاملات کی طرف آپ کی توجہ چاہتی ہوں جن پر اس ایوان میں بات کرنا بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جو ضمنی بجٹ ہے وہ اصل میں حکومت کی نا اہلی show کرتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جب ہم نے بجٹ دے دیا اور اس میں جو رقم allocate کی ہوتی ہے اس میں سے بھی 50 فیصد mostly خرچ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد ہم ضمنی بجٹ دیتے ہیں وہ بھی خرچ کرنے کے بعد ایوان میں پیش کیا جاتا ہے جبکہ اس کی گزارشات خرچ کرنے سے پہلے ایوان میں آنی چاہیئں اس پر بحث ہو کہ ہمیں یہ amount کیوں چاہئے اور پہلے جو amount تھی اس کا کیا ہوا، اس کا کیا کیا؟ لیکن اس زمرے میں کوئی کارروائی نہیں ہوتی بس ایک formality ہے اور ہم سے sign کروا کر "ہاں یا ناں" کروا کر پوری کر دی جاتی ہے جس سے ہماری عوام جو غربت اور مصائب میں گھری ہوئی ہے یہ ان کے حق پر بہت بڑا ڈاکا ہے چونکہ اتنی detail بات ہو چکی ہے اب ٹائم بھی کم ہے اس لئے میں پولیس کو focus کرنا چاہتی ہوں۔ ہم نے سالانہ بجٹ میں بھی پولیس پر بہت زیادہ focus رکھا ہے۔ پولیس کو ضمنی بجٹ میں بھی 3.4 بلین روپے دے دیئے اور کارکردگی کا یہ عالم ہے کہ میں وزیر اعلیٰ صاحب کی اس بات کی تعریف کروں گی کہ انہوں نے پولیس پر سختی کی کہ آج کل جو روڈ کرائم ہیں ان کی اور لاء اینڈ آرڈر کی بہتر situation چاہئے لیکن انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ پولیس نے کچھ دن پہلے حبیب جالب صاحب کے پوتے کو ون ویلنگ کرتے ہوئے پکڑ کر اس پر شدید تشدد کیا۔ میں مانتی ہوں کہ ون ویلنگ جرم ہے اور بہت خطرناک ہے کہ اس میں جان بھی جا سکتی ہے لیکن اس کی سزا یہ نہیں تھی کہ اس پر بے انتہا تشدد کیا گیا اور اس پر دس ڈکیتیوں کا کیس ڈال دیا گیا کیونکہ ان پر pressure ہے، انہوں نے وزیر اعلیٰ صاحب کو رپورٹ پیش کرنی ہے اور مجرم پیش کرنے ہیں۔ وہ اصل مجرموں سے تو ساز باز کر کے، پیسے لے کر بیٹھ جاتے ہیں کالونی میں رہنے والی ایک سیاسی ورکر جن کا تعلق آپ کی پارٹی (ن) لیگ سے ہے پولیس نے رات کو ان کے گھر گھس کر چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کر کے ان کے سولہ سال کے بیٹے کو اٹھا لیا۔ پانچ دن تک تو پتا ہی نہیں چلا کہ وہ بچہ کدھر ہے اس وجہ سے اس ماں کو اس tension سے دل کا بھی minor attack ہو گیا پھر پتا چلا کہ اس بچے پر تشدد کر کے اس کا بُرا حال کر دیا گیا ہے اور اس پر بھی آٹھ دس ڈکیتیوں کے کیس ڈال دیئے گئے ہیں۔ جب آپ کے اپنے ورکروں کے ساتھ یہ ہو گا اور پولیس ان کے ساتھ یہ حال کرے گی تو پھر عام عوام کیا توقع رکھ سکتی ہے؟

جناب سپیکر! اس وقت لاء منسٹر صاحب موجود نہیں ہیں، میں چاہتی تھی کہ وہ یہ کیس سنیں اور اس پر فوری action لیں لیکن ڈپٹی سپیکر صاحبہ آپ بیٹھی ہیں میں ان کی بہت respect کرتی ہوں اور ان کے وژن پر بہت believe کرتی ہوں تو میری ڈپٹی سپیکر صاحبہ آپ سے گزارش ہو گی کہ آپ اسے دیکھیں اور اس پر فوری عملدرآمد کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: بہت مہربانی، آپ کا بہت شکریہ۔ میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج ٹائم ساڑھے بارہ بجے تک ہے اور وزیر خزانہ نے wind up بھی کرنا ہے۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! میرا ایک point رہ گیا ہے۔

جناب سپیکر: جو رہ گیا ہے اسے رہنے دیں۔ بڑی مہربانی۔ محترمہ جو رہ گیا ہے اسے رہنے دیں۔ بڑی مہربانی۔ مجھے next مقرر کو بلانے دیں۔ محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ!

محترمہ عائشہ جاوید: Thank you honourable Speaker Sahib! میں سب سے پہلے تو اپنے learned Finance Minister میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں جو points دیئے تھے He was kind enough and he was gracious enough to accommodate those points انہوں نے اپنی speech میں وہ شامل کئے اس لئے میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ میں نے سب سے پہلے pre-budget discussion کا ذکر کیا تھا جو کہ ہمارے لئے ایک نہایت اہم point ہے۔ میں نے دوسری بات سٹینڈنگ کمیٹیوں کی empowerment کی کی تھی اور میں نے تیسری بات پراونشل فنانس کمیشن کی کی تھی۔ میں حکومت اور خصوصاً فنانس منسٹر صاحب کا شکریہ ادا کروں گی کہ انہوں نے میری تجاویز کو incorporate کرنے کے قابل سمجھا۔

جناب سپیکر! بات آگے لے کر چلیں تو ہم سب کو یہ معلوم ہے کہ آج ہم یہاں کیوں ہیں۔ یہ ضمنی بجٹ regular budget سے ہٹ کر آتا ہے میں اس کے اندر بھی تھوڑی سی تجاویز دینا چاہوں گی کہ جب regular budget بنایا جاتا ہے تو پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کی series of meetings ہوتی ہیں اور ایک لمبی چوڑی بحث ہوتی ہے اس کے بعد مختلف ڈیپارٹمنٹس سے ان کے targets لئے جاتے ہیں، ان کے مختلف اہداف لئے جاتے ہیں، ان کی ڈیمانڈز لی جاتی ہیں کہ ان کو کتنی رقم چاہئے اور اس مد میں اتنی رقم ان کے لئے allocate ہوتی ہے اس سے over and above جو expenditure ہوتا ہے وہ ضمنی بجٹ میں پیش کرتے ہیں۔ میں دوبارہ ذکر کرنا چاہوں گی اور میں وہی تجویز post-budget scenario میں پیش کرنا چاہوں گی کہ اگر ہم اپنی سٹینڈنگ کمیٹیوں کو empower کریں اور ان کے ذمے یہ لگائیں کہ جو مختلف ڈیپارٹمنٹس ہیں اگر انہوں نے کسی head میں زائد خرچ کیا ہے، اضافی خرچ کیا ہے تو اس کی رپورٹ سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس آئے تاکہ سٹینڈنگ کمیٹی اس چیز کو proper طریقے سے thrash out کرے، proper طریقے سے دیکھے کہ

انہوں نے جو اضافی خرچ کیا ہے یہ جائز ہے یا نہیں کیونکہ یہ public expending ہے اور ہم اس کے جواب دہ ہیں- میری دوبارہ یہ گزارش ہو گی کہ ہم سٹینڈنگ کمیٹیوں کو empower کریں اور اس میں administrative side پر یہ دیکھیں کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ جو regular budget ہے وہ ناکافی ہے یا پھر ضمنی بجٹ بہتر ہے۔ اگر ہم نے دونوں کو اس طرح ساتھ لے کر چلنا ہے تو پھر اس طرح چیز آگے جا کر نہیں چلے گی۔ میں دوبارہ کہوں گی کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کو empower کریں محکمہ سٹینڈنگ کمیٹی کو جواب دے کہ اگر اضافی مد میں کوئی رقم خرچ کی گئی ہے تو اس کا کیا جواز ہے؟ اگر وہ جائز ہے تو اسے validate کریں گے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، مہربانی، آپ کا بھی بہت شکریہ۔ ڈاکٹر نوشین حامد صاحبہ پی ٹی آئی!--- نہیں ہیں۔ احسن ریاض فتیانہ صاحب!

جناب احسن ریاض فتیانہ: السلام علیکم! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ضمنی بجٹ کیا ہوتا ہے؟ ضمنی بجٹ وہ چیز ہوتی ہے جو کہ ہمارے فنانس ڈیپارٹمنٹ کے لوگ اپنی نااہلی اور financial mismanagement چھپانے کے لئے بناتے ہیں۔ پچھلے سال 80- ارب روپے سے زیادہ ضمنی بجٹ میں دیئے گئے، یہ کیا ہے؟ یہ بجٹ خسارے کو چھپانے اور window dressing کرنے کا ایک طریقہ ہے کہ ایوان سے ایک بجٹ منظور کرا لیا جاتا ہے، ایوان بجٹ منظور کر دیتا ہے اور ہر ڈیپارٹمنٹ کے لئے بتا دیا جاتا ہے کہ اسے اتنے اتنے پیسے دیئے جائیں گے اس کے بعد overall in general کرا کر یہ بیوروکریٹ یا آفیشلز جو بھی یہ بجٹ بناتے ہیں وہ اسمبلی میں پیش کر دیتے ہیں کہ اسے پاس کر دیا جائے۔ کیوں پاس کر دیا جائے؟ میرے خیال میں یہ خرچہ کرنے سے پہلے پوچھنا چاہئے، یہ نہیں کہ خرچہ کر کے اب بتائیں کہ ہم نے یہ کر دیا ہے۔ جب ایک بچہ بھی گھر سے نکلتا ہے تو اسے پتا ہوتا ہے کہ جیب میں کتنے پیسے ہیں، وہ اتنے ہی پیسے خرچ جتنے اسے دیئے گئے ہیں یہ نہیں کہ ادھر ادھر سے پیسے لے کر خرچ کر دے اور بعد میں گھر جا کر کہے کہ اور پیسے دیں۔

جناب سپیکر! میں زراعت اور پولیس پر تھوڑی سی وضاحت کروں گا کہ ہماری agricultural based economy ہے اور mostly انڈسٹری بھی زراعت پر base کرتی ہے- بجائے اس کے کہ ہم زراعت کو فائدہ دیں ہم زراعت کے لئے پیسے رکھیں یا اسے promote کرنے کی کوشش کریں ہم اپنے کسان کو مشکلات میں پھنساتے جا رہے ہیں۔ اس دن خادم اعلیٰ بھی کہہ کر گئے کہ ہمارے دس لاکھ میں سے نو لاکھ ٹیوب ویل ڈیزل پر چلتے ہیں۔ اگر تو یہ مسائل ہیں جس کا ہماری حکومت

کو بھی علم ہے تو ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ وہ کسان جس کو شوگر کی payment نہیں ہوئی، وہ کسان جس کے لئے اپنی زمینوں کی کاشت کرنا مشکل ہے، اس کے لئے اپنے بچوں کا پیٹ پالنا اور زندگی کا standard maintain رکھنا ہی ناممکن ہوا پڑا ہے تو ہم اُس کے اُوپر اور ٹیکس لگا دیں یہ تھوڑی سی نظر ثانی مانگتا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں پولیس کے حوالے سے بات کروں گا۔ میں توجہ دلاتا جاؤں کہ مسلم لیگ (ن) نے پہلے بھی یہ بات کی تھی کہ ہم پولیس آرڈر 2002 کو ختم کریں گے جس کی وجہ سے پولیس بالکل بے لگام ہو چکی ہے۔ یہ پولیس آرڈر 2002 اس لئے ختم کیا جائے کیونکہ پولیس کی اب کوئی جواب دہی نہیں رہی۔ اگر پولیس کسی کو جواب دہ نہیں ہو گی تو پھر اسی طرح سے لاقانونیت ہو گی۔ جب پولیس ہماری عوام کے حقوق پامال کرے گی اور جب عوام کا رکھوالا ہی عوام کے حق کو لوٹنے پر آ جائے تو پھر عوام کدھر جائیں گے ؟

جناب سپیکر: مہربانی کر کے wind up کر لیں کیونکہ وقت بہت کم ہے۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! ہم لوگوں نے پولیس کے لئے 93۔ارب روپے اس نئے بجٹ میں رکھے ہیں، اس کے علاوہ 3.4۔ارب روپے مزید بھی رکھے گئے ہیں۔ یہ بجٹ نظر ثانی مانگتا ہے کیونکہ اگر آپ پچھلے سال کا بجٹ اُٹھا کر دیکھیں تو اس میں ضمنی گرانٹ کے طور پر جو رقم دی گئی تھی اس میں پولیس کے لئے کوئی مشینری یا equipment نہیں لئے گئے بلکہ اڑھائی ارب روپے کے پولیس کو ایڈہاک الاؤنس دے دیئے گئے ہیں۔ دیکھیں، یہ پولیس پہلے ہی کرپشن کے الزامات میں ڈوبی ہوئی ہے اور ہمارا ملک بھی بہت زیادہ قرضوں میں ڈوبا ہوا ہے اس لئے ہمیں شاہ خرچیوں کی بجائے یہ سوچنا چاہئے کہ ہم عوام کے پیسے اور عوام کی امانت کو اچھی سے اچھی جگہ پر صحیح طریقے سے صرف کر سکیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ شاباش۔ ڈاکٹر صلاح الدین خان صاحب!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! احسن ریاض فتیانہ صاحب بہت خوش قسمت ہیں کیونکہ آپ نے ان کو شاباش دی ہے۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کی بات نہیں سنی ورنہ آپ کو بھی شاباش دیتا۔ اگر آپ اچھی بات کرتیں تو میں آپ کو بھی شاباش دیتا۔ کیا ڈاکٹر صاحب تشریف فرما ہیں ؟۔۔۔ ڈاکٹر صلاح الدین صاحب تشریف فرما نہیں ہیں۔ میرے خیال میں اب آخری مقرر ہوں گے۔ میاں محمد رفیق صاحب! اب میں

floorآپ کو دیتا ہوں۔آپ ذراtimeکا خیال رکھیں کیونکہ ابھی وزیر خزانہ نےwind up speech بھی کرنی ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! مجھے تو ابھی بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔

جناب سپیکر: اچھا آپ کو بھی موقع دیتے ہیں۔ جی، میاں صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! بے حد شکریہ کہ آپ نے ضمنی بجٹ پر مجھے اظہار کا موقع عنایت فرمایا ہے۔ میرے اظہاریہ میں ستائش، تحسین، تنقید اور کچھ زمینی حقائق بھی ہوں گے۔ وزیر خزانہ نے مشکل حالات، محدود وسائل اور کم وقت میں ایک اچھا بجٹ پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس کی میں تحسین کر چکا ہوں اور اب بھی کرتا ہوں۔ جہاں تک ضمنی بجٹ کا تعلق ہے تو یہ کوئی اچھی روایت نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: سرکاری بنچوں کی طرف سے میاں رفیق صاحب آخری مقرر ہیں جبکہ حزب اختلاف کی طرف سے سبطین خان صاحب آخری مقرر ہوں گے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ضمنی بجٹ پیش کرنا اچھی روایت نہیں کیونکہ جب سالانہ بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو اس میں وہ تمامdemandsآجاتی ہیں جن پر حکومت نے اخراجات کرنے ہوتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی ناگزیر ضروریات پیش آجائیں اور کچھ ناموافق حالات پیدا ہو جائیں کہ جن کی وجہ سے اچانک اخراجات کرنے پڑ جائیں تو اس حوالے سے ضمنی بجٹ پیش کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنی دو نہایت اہم گزارشات کرنی چاہتا ہوں۔ جب ترقیاتی کاموں کے لئے priorities طے کی جاتی ہیں تو اس میں سب سے پہلی priority زندگی اور زندگی دینے والے معاملات کو دی جاتی ہے اور comfortsبعد میں آتی ہیں۔ میرے علاقے کی دو development schemesکو وزیر اعلیٰ صاحب نے اے۔ڈی۔پی میں شامل کرنے کی منظوری دی تھی۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب کی تجاویز کو نوٹ کیا جائے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! 3۔مارچ2013کو وزیر اعلیٰ صاحب نے ان development schemesکو اے ڈی پی میں شامل کرنے کی منظوری دی تھی۔ اس میں ایک سکیم "قاتل" نہر کے بارے میں تھی۔ اس سکیم کا نامLining of Trimmu Sidhnai Link Canal falling in District Jhang & District T.T.Singرکھا گیا ہے۔ تین اضلاع کی تین تحصیلوں کے دو سو سے زائد دیہاتوں کی لاکھوں ایکڑ زمین اور لکھوکھہا کاشتکاروں کی زندہ لاشوں پر سے پانی گزار کر اس نہر

کے ذریعے سے اگلے چار اضلاع کو دیا جارہا ہے۔وزیر اعلیٰ نے اس نہر کو پختہ کرنے کی منظوری عنایت فرمائی۔اس کو پختہ کرنے کے لئے سیکرٹری آبپاشی نے اپنے بجٹ میں سے ایک ارب روپے کی سمری بنا کر بھیج دی جس کو محکمہ پی اینڈڈی اور چیف سیکرٹری صاحب نے منظور کر لیا۔جب یہ سمری سیکرٹری implementation کے پاس گئی تو وہ حضرت میرے ساتھ biased تھے اس لئے انہوں نے اس سکیم کو drop کر دیا۔اگر اس سکیم کو 2012 کے اے۔ڈی پی میں نہیں رکھا جا سکتا تھا تو پھر اس کو ضمنی بجٹ میں شامل کر لیا جاتا۔یہ قاتل نہر ہے جس نے لاکھوں لوگوں کی زندگیوں کو ختم کر دیا ہے۔آج اس علاقے کے لوگ احتجاج کرنے اور عدالت میں بھی جانے پر مجبور ہیں۔میں گزارش کروں گا کہ ان کو گزرے وقتوں اور آج کے وقت کی compensation دی جائے اگر ان کو یہ compensation نہ دی گئی تو وہ تریموں ہیڈ میں چھلانگیں لگا کر خود سوزی کرنے پر مجبور ہوں گے۔اس کے ساتھ ہی خادم اعلیٰ پنجاب نے ایک دوسری سکیم کو بھی اے ڈی پی میں شامل کرنے کی منظوری دی تھی۔اس سکیم کا نام Construction of mettled road from Twin bridge of Havely Link Canal and Trimmu Sidhnai Link Canal to link with Dirkhana Railway Station. رکھا گیا ہے۔یہ صرف دس کلو میٹر کی سڑک ہے۔یہ شیر شاہ سوری کے وقت کی جرنیلی روڈ ہے۔گزرے وقتوں میں لوگ اس کے ذریعے اونٹوں پر، camel carts پر یا پیدل سفر کرتے ہوئے درکھانہ ریلوے سٹیشن پر پہنچتے تھے اور ریل گاڑی میں سوار ہوتے تھے۔وزیر اعلیٰ صاحب نے اس سڑک کو اے ڈی پی میں شامل کرنے کے لئے کہا اور آپ کو یہ حیرت ہو گی کہ اس پر administrative approval بھی بن گئی تھی لیکن پھر اسی سیکرٹری implementation فواد حسن نے اس کا قتل عام کر دیا۔اس کو بھی ضمنی بجٹ میں رکھا جا سکتا تھا۔

MR SPEAKER: My dear! Is it a part of Supplementary Budget?

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا مطالبہ ہے کہ اس کو بھی ضمنی بجٹ میں شامل کر لیا جائے۔اب میں آخر میں دانش سکولوں کے حوالے سے بات کروں گا۔حزب اختلاف کی طرف سے دانش سکولوں کی بہت زیادہ مخالفت کی گئی ہے۔یہ ذرا ایک کتاب Chiefs of Punjab جو کہ ایک انگریز حکمران نے لکھی ہے کو پڑھ لیں۔دانش سکولوں سے فارغ التحصیل طلباء، غریبوں کے بچے جب ڈاکٹر، انجینئر اور بیوروکریٹس بنیں گے تو یہی لوگ انقلاب لائیں گے۔ہمارے وزیر اعلیٰ کا یہی vision اور خواب ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔بہت شکریہ۔جناب محمد سبطین خان!

جناب محمد سبطین خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کٹوتی کی تحاریک اور ضمنی بجٹ پر حزب اختلاف کو وقت زیادہ دیا جاتا کیونکہ ہم نیک نیتی کے ساتھ حکومت کی کوتاہیوں کو point out کرتے ہیں۔ اس وقت ایوان میں کورم نہیں ہے اور ہمیں کورم point out کرنے کا حق حاصل ہے لیکن ہم اس کو استعمال اس لئے نہیں کر رہے کیونکہ ہم typical حزب اختلاف کا role play نہیں کرنا چاہتے بلکہ ہم ایک مثبت اور constructive حزب اختلاف کا role play کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کی بات کا کیا مطلب لیا جائے، کیا آپ کورم کی نشاندہی کر رہے ہیں؟

جناب محمد سبطین خان: جناب سپیکر! میرا مقصد کورم point out کرنا ہے اور نہ ہی میں اس پر insist کر رہا ہوں بلکہ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ کورم نہ ہونے کے باوجود بھی ہم deliver کر رہے ہیں۔ میں directly کورم point out نہیں کر رہا۔

جناب سپیکر: چلیں، پھر آپ مہربانی کر کے ضمنی بجٹ پر آئیں۔

جناب محمد سبطین خان: جناب سپیکر! میں صرف ایگریکلچر پر بات کرنی چاہوں گا جو پچھلا اور جو موجودہ بجٹ آیا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں ایگریکلچر کے لئے بہت تھوڑے پیسے رکھے گئے ہیں۔ ایگریکلچر کے حوالے سے ہمیں کاشت سے لے کر برداشت تک جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے وہ بہت ہی مشکل مراحل ہیں۔ جب ہم کاشت شروع کرتے ہیں اُس وقت بجلی نہیں ہوتی، ڈیزل نہیں ہوتا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے خود on the floor of the House اس بات کو تسلیم کیا ہے تو میں اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُن کو کاشتکاروں کے ساتھ ہمدردی ہے لیکن میں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ یہ جو اتنی رقم رکھی گئی ہے اس کا grass root level پر کاشتکاروں کو کیا فائدہ ہو رہا ہے؟ گزارش یہ ہے کہ ہمارے ڈیزل، بجلی اور کھاد کے حالات دیکھیں۔ ایگریکلچر وہ واحد شعبہ ہے کہ زمیندار کو اپنی فصل کی قیمت مقرر کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی زمینوں میں سے جو فصل پیدا کرتے ہیں اُس کی قیمت حکومت مقرر کرتی ہے اور زمیندار کے ساتھ یہ پہلی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی معیشت کی بنیاد ایگریکلچر پر ہے۔ آج ہم نے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں یہ بھی ایگریکلچر کے مرہونِ منت ہیں، جو ہم گاڑیوں پر پھر رہے ہیں یہ بھی ایگریکلچر کے مرہونِ منت ہے، ہم جو کھانا کھا رہے ہیں یہ بھی ایگریکلچر کے مرہونِ منت ہے، جو ہماری انڈسٹری چل رہی ہے چاہے وہ شوگر انڈسٹری ہے، چاہے وہ لائیو سٹاک ہے، چاہے وہ فلور ملیں ہیں دنیا کی

ہر انڈسٹری کاdirect or indirectتعلق ایگریکلچر سے ہوگا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ یہ کہوں گا کہ کاشتکاروں کوgrass root levelپر سہولتیں دی جائیں۔ ہمارے لئے آپ ایک کمیٹیformکریں جس میں وزیر زراعت اور زمیندار ہوں۔ ہم پہلے ہی مالیہ دے رہے ہیں، ہم آبیانہ دے رہے ہیں، ہم انکم ٹیکس دے رہے ہیں، ہم ویلتھ ٹیکس دے رہے ہیں، ہم فصلوں پر ٹیکس دے رہے ہیں۔ مڈل مین ہم سے فصل لے کر آگے بیچتا ہے، وہ ہمیں کھا رہا ہے۔ ہم زراعت کو اور کتناdown the drainلے کر جائیں گے؟ میری گزارش ہے کہ جہاں ہم انڈیا کے ساتھfriendly relationsقائم کر رہے ہیں، تحفےexchangeکر رہے ہیں تو میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ انڈیا کی آبادی دیکھیں اور مشرقی پنجاب پورے انڈیا کو خوراک مہیا کر رہا ہے کیونکہ وہ زرعی ٹیوب ویل پر سبسڈی دیتے ہیں، وہ فصلوں پر سبسڈی دیتے ہیں، وہnatural disasterپر سبسڈی دیتے ہیں، وہ ڈیزل پر سبسڈی دیتے ہیں اور وہ پٹرول پر سبسڈی دیتے ہیں۔ میں آپ سے ایکhumble requestکروں گا کہ آپ ایک کمیٹی بنائیں اور ہم حکومت کا خرچہ نہیں کرانا چاہتے ہیں۔ آپ اُس میں معزز ممبران کا ایک گروپ رکھیں جن میں زمیندار ہوں اور انہیں انڈیا لے کر جائیں، اُنہیں مشرقی پنجاب کی زراعت دکھائیں۔ انڈیا ہمارا پڑوسی ملک ہے کیا ہم اُن سے کوئی اچھی بات نہیں سیکھ سکتے؟

جناب سپیکر! ہیلتھ میں ہمارا کروڑ ہا روپیہ اس چیز پر جا رہا ہے کہliver transplantationہمارے پڑوسی ملک میں ہو رہا ہے اور یہاں نہیں ہو رہا۔ جہاں اتنے اربوں روپیہ اور چیزوں پر خرچ ہو رہا ہے تو ہیلتھ پالیسی کے تحت ہماراliver transplant procedureپاکستان میں ہونا چاہئے ہم اس کے لئے انڈیا کیوں جائیں؟ میں ایک چھوٹی سی گزارش اور کروں گا کہ 2010 کے سیلاب میں میری نہایت، نہایت، نہایت قابل احترام محترمہ ذکیہ شاہنواز صاحبہ جو ہماری بہنوں کی طرح ہیں ان کے عیسیٰ خیل میں ایک عارضی ہسپتال بنا تھا جس میں اُس وقت کی ایکVVIPشخصیتhealth affectiesکوvisitکرنے کے لئے آئی تھی۔ جب وہ شخصیت وہاں پہنچی تو اُن کو کوئی پانچ پانچ، دس دس ہزار روپے بھی دیئے گئے جیسے ہی وہ شخصیت پلٹی اور میڈیا والے آئے تو وہ "مریض" پیسے لے کر وہاں سے بھاگ پڑے۔ پتا ہی نہ چلا کہ وہ "مریض" کہاں گئے؟I am sorry to use this wordکہ کیا گرین پاکستان کاadدکھا کر ہی محکمہ صحت میں بہتری ہوگی؟

جناب سپیکر! ہماری ایک تھل کینال ہے جو کالا باغ سے نکل کر لیہ تک جاتی ہے۔ جب تھل کینال بنی تھی تو وہ ان شرائط پر بنی تھی کہ جن زمینداروں کی زمینیں تھل کینال میں آئیں گی اُن کو1/3

کے حساب سے اُن کی زمینوں کا معاوضہ دیا جائے گا اور اُن ٹیلوں والی زمینوں کو level کر کے قابل کاشت بنایا جائے گا۔ آج تھل کینال کو اتنا عرصہ ہو گیا اور اُن زمینداروں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔ لاہور، ملتان اور فیصل آباد سے لوگ وہاں جاتے ہیں اور جعلی کلیم بنا کر لیہ اور اُن علاقوں میں زمینوں کی allotments کرا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ ایک بڑا important issue ہے تو اس پر ایک کمیٹی بنائیں اور وہ کمیٹی probe کرے کیونکہ genuine حقدار رہ گئے اور fraudulent زمینیں لے گئے۔ اس معاملہ کی تحقیقات کرائی جائیں اور اصل ورثاء جو شریف لوگ تھے اور اُنہیں اپنا حق نہ مل سکا اُن کو اُن کا حق دلوایا جائے۔ خدارا ان زمینداروں کے حال پر رحم کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے ٹائم دینے کا بہت شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ اریگیشن منسٹر اِدھر ہیں؟۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ سبطین صاحب کی اریگیشن منسٹر سے ملاقات کرائی جائے۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ ذکیہ شاہنواز خان): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ ذکیہ شاہنواز صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ ذکیہ شاہنواز خان): جناب سپیکر! میں 2010 کے سیلاب میں عیسیٰ خیل میں تھی۔ اُس سیلاب کے دوران صرف ان کے علاقے میں نہیں بلکہ پورے ضلع میانوالی میں جو دوائیاں اور امداد گئی میرے خیال میں پاکستان کی تاریخ میں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اُس سیلاب میں کسی بیماری کی وجہ سے ایک بھی death نہیں ہوئی تھی۔ ہم نے دریا میں سے نعشیں نکالیں مگر اُس علاقے میں کوئی ایک بھی موت واقع نہیں ہوئی۔ میانوالی میں ایک کیمپ لگا تھا جہاں وہ beds لگائے گئے تھے۔ سبطین صاحب میرے چھوٹے بھائی بھی ہیں ان کو شاید کوئی غلط فہمی ہوئی ہے وہاں وزیراعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی صاحب گئے تھے تو مریضوں کو دوائیاں دی گئیں اور پیسے بھی دیئے گئے۔ گیلانی صاحب جیسے ہی وہاں سے گئے تو وہ لوگ بھاگ کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ عیسیٰ خیل میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا اور یہ میرے بہت محترم بھائی ہیں تو میں ان کی یہ correction کرنا چاہتی تھی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب محمد سبطین خان: جناب سپیکر! میری ہمشیرہ نے جو بات کی میں اپنی clarification کرنا چاہوں گا کہ میں نے کہیں پر بھی یہ نہیں کہا کہ former Chief Minister گئے تھے۔ میں نے کہا ہے کہ ایک VVIP شخصیت تو اب انہوں نے clear کر دیا ہے تو میرا مطلب بھی وہی تھا اور میں گیلانی صاحب کا ہی کہہ رہا تھا۔ میڈیا گواہ ہے کہ وہ "مریض" پیسے لے کر ایسے بھاگے کہ انہوں نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا تو میں نے Chief Minister صاحب کا نام ہی کہیں نہیں لیا۔

جناب سپیکر: جی مہربانی۔ میاں محمد اسلم اقبال صاحب!

میاں محمد اسلم اقبال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ سپلیمنٹری بجٹ کے حوالے سے آج کافی دوستوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ سالانہ بجٹ جو پیش کیا جاتا ہے وہ سارے سال کا estimate ہوتا ہے جس کی بنیاد پر کوئی بھی حکومت صوبہ یا ملک کے روزمرہ کے معاملات اور اپنی ترجیحات کو لے کر آگے چلتی ہے، اسمبلی کے forum پر سالانہ بجٹ کی تمام ممبران سے تصدیق کرائی جاتی ہے کہ ہم جو بجٹ استعمال کرنے جا رہے ہیں اس پر آپ stamp کر دیں۔

جناب سپیکر! بجٹ چاہے بیوروکریسی بناتی ہے یا کوئی اور بناتا ہے لیکن اس کے بنانے کے بعد on the floor of the House اس پر discussion کی جاتی ہے اور اس کی authenticity ممبران کرتے ہیں۔ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 79,80,81 اور 84 بجٹ کے حوالے سے ہیں۔ ان میں آرٹیکل 79,80 اور 81 بجٹ کے بارے میں ہیں اور آرٹیکل 84 یہ ہے کہ حکومت وہ بجٹ جسے اسمبلی سے پاس کرایا تھا اگر اس سے زیادہ رقم استعمال کر لیتی ہے تو اس کو ایوان میں لا کر منظور کرایا جائے گا اس لئے آج کا ضمنی بجٹ آئین کی اسی شق کے مطابق ہے کہ جو حکومت نے زیادہ استعمال کیا ہے اور اس کے مطابق آج اس کی approval لینی ہے۔ یہ اس وقت تک پاس نہیں ہونا جب تک تمام ممبران نے اس پر مہر نہیں لگا دینی۔ بیوروکریسی یا دوسرے صاحبان سالانہ بجٹ سے ہٹ کر۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میرے خیال میں آپ بیوروکریسی کی بجائے اعلیٰ افسران یا صرف افسران کہہ دیں تو بہتر بات ہے کیونکہ بیوروکریسی کا مطلب کچھ اور ہے۔ اب یہاں ہمارے ملک میں اللہ کے فضل سے جمہوریت ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! اعلیٰ افسران کہہ دیتے ہیں، جیسے آپ کا حکم ہوگا کہہ دیں گے۔

جناب سپیکر: وہ افسر شاہی یعنی شاہ کے غلام، اب تو شاہ نہیں ہیں بلکہ جمہوریت ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! جب اس پر بات کریں گے تو بات کہیں اور نکل جائے گی۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ آپ صاحبان نہ کہنا چاہیں تو آپ کی مرضی ہے، آپ افسران کہہ دیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! کوئی بات نہیں۔ وہ بھی کوئی اتنی مقدس گائے نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم کس طرح ووٹ لے کر آتے ہیں اور کیا کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ہم پر ہی افسر ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ کی بات درست ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہا تھا کہ سپلیمنٹری بجٹ جب اسمبلی میں آتا ہے تو اس کے پیچھے کیا محرکات ہوتے ہیں، کیا وجوہات ہوتی ہیں کہ اخراجات زیادہ ہو جاتے ہیں کہ وزیراعلیٰ صاحب کسی جلسہ میں گئے انہیں جلسہ اچھا لگا اور انہوں نے سکول کا اعلان کر دیا، کوئی شخص اچھا لگا اس کے لئے گرانٹ کا اعلان کر دیا، ان کے دل میں جو بات آئی انہوں نے کہہ دی وہ ہو گئی، چراغ رگڑا اور کام ہو گیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اعلیٰ افسران bracket میں (بیوروکریسی) نے کوئی مشورہ دیا انہوں نے فوراً مان لیا۔

جناب سپیکر: شاباش۔ جی، میاں صاحب!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ہم نے جو سالانہ بجٹ اسمبلی سے پاس کرایا ہوتا ہے اس سے ہٹ کر ہم چلنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اسمبلی کے لئے بڑی متعلقہ بات ہے کہ منصوبے کوئی بنا رہا ہے، اخراجات کہیں پر غلط ہو رہے ہیں، ٹھیک ہو رہے ہیں ہمیں کچھ پتا نہیں ہے لیکن محتاجی پھر اسمبلی کی آتی ہے اور محتاجی پھر ممبران کی آتی ہے جنہوں نے اس کی authenticity کرنی ہے اور مہر لگانی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! بشمول آپ کے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں تمام فاضل ممبران سے کہوں گا کہ آپ اس کی اہمیت کو ضرور سمجھیں، اس پر ضرور غور کریں اور سپلیمنٹری بجٹ کی کتاب کو ضرور پڑھیں۔ سپلیمنٹری بجٹ کی یہ کتاب پڑھ کر 14 طبق روشن ہو جاتے ہیں کہ کس طرح الٹے تلّلے اخراجات کئے گئے ہیں جس طرح ہم کسی مغلیہ دور کے اندر بیٹھ کر حکومت چلا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ہم دوسرے ملکوں کی بڑی مثالیں دیتے ہیں۔ ہم اپنے ہمسایہ ملک بھارت کی بڑی مثالیں دیتے ہیں۔ بھارت میں بھی سپلیمنٹری بجٹ آتا ہے لیکن وہ اس طرح آتا ہے کہ جیسے جیسے اسمبلی کا

اجلاس ہوتا ہے اگر سپلیمنٹری بجٹ کی ضرورت پیش آتی ہے تو اُسے وہاں ایوان میں پیش کر کے اعتماد میں لیا جاتا ہے اور پھر اس کو اسی وقت منظور کیا جاتا ہے نہ کہ سال کے آخر پر منظور کیا جاتا ہے۔ اب یہ سپلیمنٹری بجٹ جو آیا ہے، کب آیا ہے اور یہ استعمال کب ہوا؟ پچھلے سال استعمال ہوا، اس وقت اسمبلی کے ممبران کون تھے اور آج اسمبلی کے ممبران کون ہیں؟ اگر اس ملک کی مثالیں دیتے ہیں تو ہم بھی اسے یہاں قائم کر سکتے ہیں کہ بھارت میں اس طرح سے سپلیمنٹری بجٹ پاس کرایا جاتا ہے، وہ اپنے ممبران کو empower کرتے ہیں اور اپنی اسمبلی کی طاقت بڑھاتے ہیں تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے ممبران کی طاقت کو بڑھائیں۔ ہم ممبران کی اہمیت بنائیں، افسر ہماری بات نہیں سنتا اس نے جو بجٹ بنا کر اسمبلی میں بھیجا ہوتا ہے، سپلیمنٹری بجٹ بھیجتا ہے جس میں اس نے اپنی مرضی سے للے تللے اخراجات کئے ہوتے ہیں وہ ہم سے اس کی تصدیق کراتا ہے۔ ہم چُپ کر کے باوے بن کر تصدیق کر دیتے ہیں۔ ہم بات نہیں سنتے، ہم کہتے ہیں کہ تم نے جو کچھ کیا ہے ٹھیک کیا ہے لاؤ ہم stamp کر دیتے ہیں۔ اگر ہم جائز کام کے لئے بھی ان کے پاس جائیں، خدا نہ کرے ان کے ساتھ کسی کو کوئی کام پڑے تو اُس وقت ان کے روّیے دیکھنے والے ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! ہمارے بجٹ کے اندر کوئی accountability نہیں ہے۔ میں نے سپلیمنٹری بجٹ کی کتاب کو پڑھا ہے، میں نے اس کے ہر صفحہ کے اوپر نظر دوڑائی ہے، یہ تقریباً تیس کلو گرام کی کتابیں ہیں جو ہمیں دی گئی ہیں کہ اسے پڑھ لیں۔ اس سپلیمنٹری بجٹ کے اندر کسی ایک جگہ پر یہ بتا دیا جائے کہ کس head سے پیسا نکال کر کس head میں لگایا گیا ہے۔ یہ کوئی ایک جگہ بتا دیں، اس کتاب کے اندر کوئی تفصیل نہیں ہے۔ ہمیں صرف یہی کہا گیا ہے کہ صُمٌّ بُکْمٌ اس پر مہر لگائیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا گیا۔ کیا ہمیں بتایا گیا ہے کہ سپلیمنٹری بجٹ اگر پولیس کا ہے، ڈاکٹروں کا ہے یا جو دوسرا تیسرا annexure دیا گیا ہے یہ کہاں سے آیا ہے؟ نہیں، کوئی تفصیل نہیں دی گئی صرف ایک لفظ لکھا ہوا ہے کہ اتنا بجٹ ہے اسے پاس کرو، یہ ہماری اہمیت ہے اور کیا اس ایوان کا یہ مقصد ہے؟ اگر تیس کلو گرام کی کتابیں ہمیں پکڑا دی گئی ہیں تو آدھ کلو گرام وزن بڑھا دیتے اور چار صفحے مزید لگا دیتے اس میں کیا حرج تھا؟ ہمیں یہ بتاتے کہ کس head سے پیسا نکال کر کس head میں ڈالا گیا ہے اور کیوں ڈالا گیا ہے؟ اس کی تفصیل نہیں ہے۔

جناب سپیکر! یہ سپلیمنٹری بجٹ جو 82 بلین سے زیادہ کا ہے۔ یہ سپلیمنٹری بجٹ ہمارے صوبہ بلوچستان کے کل بجٹ کا تقریباً 75 فیصد بن جاتا ہے۔ ہم اس سپلیمنٹری بجٹ کو کیا کہیں، کیا حکومت کی

نااہلی کہیں، mismanagement کہیں، weak planning کہیں یا good governance کہیں یا اس کو کیا کہیں ؟(نعرہ ہائے تحسین)

Good governance کا رونا تو رویا جا رہا ہے لیکن یہ نظر کہاں پر آ رہی ہے؟ Good governance کا بہت رونا رویا جا رہا ہے کہ ہر شہر کے اندر good governance ہو گئی ہے۔یہاں لوگوں کو پینے کا صاف پانی چھوڑیں گندہ پانی دے دیں لوگ اُبال کر پی لیں گے۔لاہور جیسے شہر میں پینے کا پانی میسر نہیں ہے، پچھلے تین ماہ سے اس طرح کے حالات ہیں لیکن حکمرانوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔لوگ سڑکوں پر آ گئے ہیں۔ہم نے الیکشن سے پہلے بڑے بڑے وعدے کئے، نعرے لگائے کہ بجلی آ جائے گی، یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے عوام فکر نہ کریں اس کے لئے ہم نے کیمپ لگائے اور ہم نے سب کچھ کیا یہ سب باتیں کہاں گئیں؟ یہ تو تھوڑے سے عرصہ کی بات ہے کوئی بیس پچیس سال نہیں گزرے کہ عوام بھول جائے گی۔ ہمیں آج بھی وہ باتیں یاد ہیں، ہم تو صرف وہ باتیں کریں گے جو انہوں نے کہی ہوئی ہیں اور ان کے منشور کا حصہ ہیں۔

جناب سپیکر: اجلاس کی کارروائی کے لئے مزید دس منٹ کا وقت بڑھایا جاتا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کروں گا کہ حکومت کی سابقہ performance دیکھی جائے تو بجٹ کی total utilization صرف 55 فیصد بنتی ہے جبکہ ضمنی بجٹ اتنا لمبا چوڑا ہے یعنی جو آپ کو پہلے پیسے دیئے گئے ہیں وہ آپ استعمال نہیں کر پا رہے۔گندم خریدنے کے لئے آپ سٹیٹ بنک آف پاکستان کے پاس جاتے ہیں کہ پیسے دے دو کیونکہ گندم لینی ہے جو بہت اچھی بات ہے کیونکہ کسانوں کو support کرنا چاہئے اور انہیں ساتھ لے کر چلنا چاہئے۔ہمیں یہ نہیں پتا کہ کن مہینوں میں گندم آتی ہے اور کن مہینوں میں چاول آتا ہے؟ کیا ایسا ممکن نہیں تھا کہ یہاں اس کی block allocation کی جائے اور ہمیں بتایا جائے کہ اس مقصد کے لئے اتنے پیسے رکھے گئے ہیں لیکن کبھی نہیں کرتے۔آپ سٹیٹ بنک سے پیسے لینے جائیں تو وہ آپ کو ایک consumer کے طور پر deal کرتے ہوئے آپ سے سود لیتا ہے۔آپ بتائیں کہ وہ سود کس نے دینا ہے؟ وہ سود اس صوبے کی دس کروڑ عوام نے گرمی میں پسینہ نکال کر کما کر دینا ہے۔ موچی، لوہار، ترکھان اور مزدور اس سود کا پیسا دیتا ہے۔Taxation اتنی زیادہ ہے کہ حساب ہی کوئی نہیں ہے۔پیسے اکٹھے کرنے ہیں لہذا پٹرول، بیکری اور کھانے پینے کی چیزوں پر ٹیکس لگا دو یعنی direct tax لگا دو اور عوام کو ٹھاہ ٹھاہ کر کے مارو۔ حکومت قرضے لے کر اللے تللے اخراجات کرتی ہے لیکن اُن قرضوں پر سود کی رقم صوبے کی عوام دے گی۔انہوں نے اپنے اخراجات کم

نہیں کرنے کیونکہ اس بجٹ کی کتاب کے اندر بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو میں آپ کے سامنے ابھی بیان کرتا ہوں جسے دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ good governance کا زور ڈالنے والی حکومت کہاں گئی؟ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اِن کے ہر اچھے کام میں ساتھ ہوں گے اور support کریں گے کیونکہ انہوں نے عوام کا mandate لیا ہے اور ہم نے بھی لیا ہے۔ ہم ان کے کاموں سے کیڑے نہیں نکالیں گے بلکہ تنقید اصلاح کے لئے کریں گے لیکن کبھی بھی تنقید برائے تنقید نہیں کریں گے اور ان بنچوں سے آپ کبھی یہ چیز نہیں دیکھیں گے۔ ہم اپنی تحریک انصاف کی پارٹی کے منشور کو لے کر چلیں گے، تنقید برائے اصلاح کریں گے اور کوئی دوسری بات نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ آئین میں کہاں لکھا ہے کہ ضمنی بجٹ ایک دفعہ پیش کیا جائے؟ اگر بات قانون اور قاعدے کے تحت ہی کرنی ہے تو پھر اس کے تحت ہی کرتے ہیں۔ کیا آپ کی خواہش نہیں ہے کہ اس ایوان کو empower کیا جائے۔ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے حوالے سے ہماری ایک فاضل حکومتی ممبر نے بھی پہلے بات کی ہے۔ میں آپ کے توسط سے یہاں بیٹھے اپنے تمام ممبران کے حقوق کی بات کر رہا ہوں کہ اگر قومی اسمبلی اور خیبر پختونخواہ اسمبلی میں سٹینڈنگ کمیٹیاں اتنی empower ہیں جو کسی محکمہ کے سیکرٹری یا کسی کو بھی بلا کر پوچھ سکتی ہیں اور اپنے اختیارات استعمال کر سکتی ہیں تو آپ کے ایوان کی سٹینڈنگ کمیٹیاں کہاں ہیں اور آپ ہمیں اتنا بے اختیار کیوں کر رہے ہیں؟ ہم سے مراد یہ ہے کہ حکومت کو یہ سٹینڈنگ کمیٹیاں ملنی ہیں، ہمیں نہیں ملنی لہذا آپ ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کو empower کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، ایک کمیٹی تو آپ کی لازمی ہو گی۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں یہ بات اس ایوان کے لئے کر رہا ہوں کہ ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہمیں انگوٹھا لگوانے کے لئے یہاں بُلانا ہے تو بسم اللہ، ہم روزانہ ہی آتے ہیں، بے شک روز انگوٹھا لگوائیں اور ہم سے نعرے لگوانے ہیں تو وہ بھی روز لگوائیں ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن اگر آپ تبدیلی چاہتے ہیں تو پھر اپنی سٹینڈنگ کمیٹیوں کو مضبوط کریں۔ اگر ضمنی بجٹ آیا ہے جسے آپ اسمبلی میں نہیں لانا چاہتے تو اپنی فنانس کمیٹی میں لے آئیں تاکہ وہاں بیٹھے ایم پی اے صاحبان یہ پوچھ سکیں کہ یہ بجٹ کہاں آیا، کہاں گیا اور اس کی disbursement کہاں پر ہوئی؟

جناب سپیکر: جی، ٹائم ختم ہو گیا ہے لہذا دس منٹ ٹائم مزید بڑھایا جاتا ہے۔ میاں صاحب! انہوں نے wind up بھی کرنا ہے ذرا مختصر کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! قومی اسمبلی کا ضمنی بجٹ1.4 trillion کا ہے جس میں سے ایک trillion سود اور قرضوں کی مد میں جا رہا ہے اور باقی 400۔ارب روپے دوسرے محکموں کے لئے ہیں۔ بجٹ میں جو مختلفHeads رکھے گئے ہیں میں ان کے حوالے سے بات کروں گا کہ ضمنی بجٹ کی کتاب کے صفحہ نمبر334 پر اتوار بازاروں کے حوالے سے پیسے رکھے گئے ہیں۔

Grant in aid to 135 Market Committees in 36 districts of Punjab for Ramzan Plan 2012 and setting up Fair Price Shops

ان کے لئے21 کروڑ80لاکھ روپے رکھے گئے۔ اسی طرح

Grant in aid for construction/establishment of 3 Model Juma/Itwar Bazaars in D.G.Khan, Thokar and Raiwind Lahore

ان کے لئے5 کروڑ94ہزار روپے رکھے گئے۔ اس کے علاوہ لاہور اور ساہیوال میں دو ماڈل بازار بنانے کے لئے2 کروڑ روپے اور پھر ڈی جی خان میں ماڈل بازار کے لئے ایک کروڑ15لاکھ روپے رکھے گئے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ ذرا ٹائم کا خیال کریں کیونکہ منسٹر صاحب نےwind up بھی کرنا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں بالکلwind up کرتا ہوں۔ اس کے بعد پھر رائیونڈ اور ٹھوکر نیاز بیگ میں ماڈل بازار بنانے کے لئے ایک کروڑ46لاکھ روپے رکھے گئے۔ اس کے بعد پھر راولپنڈی اور ہر بنس پورہ لاہور میں ماڈل بازار بنانے کے لئے ایک کروڑ22لاکھ روپے رکھے گئے۔ میں بھی لاہور کا رہنے والا باشندہ ہوں، یہاں پر میری جم پل ہے اور میرے آباؤاجداد بھی لاہور کے ہیں۔ مجھے بتائیں کہ لاہور میں کون سا ایسا ماڈل اتوار بازار بنایا ہے جس پر اتنے پیسے لگے ہیں؟ میں آپ کوgood governance کی ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں جس سے آپ کو ساریpicture واضح ہو جائے گی کہ یونین کونسل103 اور104 کا نیشنل بنک کالونی کا ایک حصہ ہے جس کے باہر ایک سڑک ہے اور دونوں اطراف پر ڈی جی ایل ڈی اے نے58لاکھ روپے کی لاگت سے سڑک کے کنارے پرbenches رکھ دیئے، چھتریاں بنادیں اور کھوکھے بنا دیئے لیکن کوئی استعمال نہیں ہے کیونکہ سڑک چھوٹی ہے۔ اب اُس پر58لاکھ روپیہ لگا دیا گیا لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ وہاں پر لائٹیں بھی چوری ہو گئیں، بنچ بھی اٹھائے گئے اور سارا کچھ ہو گیا ہے مگر کچھ بھی نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: یہ حلقہ آپ کا تو نہیں ہے؟

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میرا حلقہ بھی ہے اور دوسری طرف میاں محمود الرشید صاحب کا بھی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ کیا اس کتاب میں detail ہے کہ ان اتوار بازاروں کے اندر کیا کام کیا گیا ہے؟ ان اتوار بازاروں میں کروڑوں روپے لگا دیئے گئے ہیں جو عوام کے ہیں مگر کسی سرکاری افسر یا ایم پی اے کے نہیں ہیں۔ وہ پیسے کدھر گئے لیکن کوئی پتا نہیں کیونکہ کوئی detail ہی نہیں ہے؟ اسی طرح اس کتاب کے صفحہ نمبر 335 پر ہے کہ کروڑوں روپیہ واسا کو دیا گیا ہے جس میں حیران کن حد تک کی figures ہیں۔ میں نے جیسے واسا کے حالات بیان کئے ہیں کہ پینے کے لئے پانی نہیں ہے اور اگر گھروں میں گندہ پانی آرہا ہے تو لوگ مختلف بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں جبکہ لاہور میں واسا کے لئے 14 کروڑ 50 لاکھ، 14 کروڑ 52 لاکھ، 2 کروڑ 78 لاکھ، 29 کروڑ 64 لاکھ اور 94 ہزار روپے رکھے گئے لیکن پچھلی دفعہ مون سون کی ایک بارش ہو گئی تو لاہور سے تین ہفتے پانی نہیں نکل سکا۔ یہ کون سی good governance ہے کہ واسا کو اتنے پیسے دیئے گئے ہیں؟ بتایا جائے کہ یہ پیسے کہاں لگے، کدھر گئے اور کیا کسی نے اس کی کوئی تفصیل لی ہے یا کسی نے کچھ پوچھا ہے؟ یہ وہی لکشمی چوک ہے جو آج بھی ڈوبتا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! wind up کریں، please جلدی کریں کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے اس لئے آپ کچھ سوچیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں نے حکومت کی سخاوت کی تھوڑی سی مثالیں دینی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! سب نے جمعہ پڑھنا ہے اس لئے جلدی کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ہم نے بھی جمعہ پڑھنا ہے۔ 337 صفحہ پر سخاوت کی مثالیں آپ پڑھیں کہ کیسے کیسے پیسے بانٹے گئے ہیں جن کا حساب ہی کوئی نہیں ہے۔ کوئی فلاں ہے اسے دس لاکھ روپے، کوئی فلاں آیا ہے اسے 15 لاکھ روپے اور کوئی آیا تو اسے 12 لاکھ روپے اور کسی کو ساڑھے آٹھ لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔ یہ public money ہے اور ہم ان بنچوں کے اوپر یہ آواز اٹھائیں گے کہ یہ public money ہے جو کہ public کے نمائندوں کے ذریعے خرچ ہونی چاہئے اور اس کی تفصیل بھی اس معزز ایوان کے سامنے آئے۔

جناب سپیکر: آپ کی بہت مہربانی۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! صرف ایک منٹ مجھے دے دیں تاکہ میں اپنی بات مکمل کر لوں۔ آپ بڑی محبت کرتے ہیں جس کے لئے بہت شکریہ

جناب سپیکر: میں اللہ کے فضل سے سب سے محبت کرتا ہوں۔ جی، جلدی سے کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ آپ کی شفقت ہے۔ گزارش یہ ہے کہ مالی امداد کے نام پر کروڑہا روپے اپنے ووٹروں میں بانٹے جاتے ہیں تاکہ ووٹ لے لیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "غلط ہے، غلط ہے" کی آوازیں)

جناب سپیکر: نہ کریں، ایسے نہ کریں۔ کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں؟ let him speak سننے کی ہمت رکھیں اور ان کی باتوں کو سن کر جواب دیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں ان کی چھپی ہوئی کتاب کی بات کر رہا ہوں۔ میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کر رہا۔ یہ پہلی دفعہ اس معزز ایوان کے ممبر بنے ہیں اور انہیں پتا نہیں کہ کیسے بولنا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! جلدی سے wind up کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! مالی امداد بالکل ہونی چاہئے۔ یہاں پر کوئی ایسے cases آجاتے ہیں اور وزیراعلیٰ کا اختیار ہے اور وہ لوگوں سے محبت کرتے ہیں، ہونا چاہئے۔ میں مانتا ہوں اور اس سے انکاری نہیں ہوں۔ کئی ایسے cases آجاتے ہیں جن میں بڑی مجبوری ہو جاتی ہے اور ہم بھی چاہ رہے ہوتے ہیں کہ اس بندے کی help ہو۔ یہاں پر 700 آدمیوں کی تفصیل ہے جسے آپ پڑھ کر حیران ہو جائیں گے کہ پیسے کس طرح بانٹے گئے ہیں۔ ایسے ہے جیسے رات کے اندھیرے میں دے کے آئے ہیں اور صبح انہوں نے ووٹ ڈالنے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آخری بات کہہ کر آپ سے اجازت لیتا ہوں کہ میں نے بجٹ پر بحث کے دوران لیور ٹرانسپلانٹ کے متعلق بات کی تھی۔ اگر کوئی دوست پڑھنا چاہے تو وہ ضرور پڑھ لے کیونکہ میں بات ختم کر رہا ہوں۔ اس کی تفصیل آپ کو غالباً صفحہ نمبر 332 ہے میں exact بتا دوں گا کیونکہ آپ نے بات ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔ کروڑوں روپے بے شمار لوگوں کو دیئے گئے، کسی کو 30 لاکھ روپے، کسی کو 38 لاکھ روپے، کسی کو 25 لاکھ روپے، کسی کو 15 لاکھ روپے اور کسی کو 40 لاکھ روپے دیئے گئے کہ بھارت سے علاج کرا آؤ۔ ہمارے یہاں پر ڈاکٹر موجود ہیں، یہاں پر ہسپتال موجود ہیں، آپ ان پیسوں سے انہیں facilitate کریں، ان کے آپریشن تھیٹر functional کریں تاکہ لوگ بھارت نہ جائیں کیونکہ اس پر آپ کا زرمبادلہ جاتا ہے اور آپ کی بدنامی ہوتی ہے کہ 20 کروڑ نفوس کا ملک اس قابل بھی نہیں ہے

کہ یہاں پر اس مرض کا علاج کر سکیں؟ میں اس ضمنی بجٹ کو لے تلے کے اخراجات کہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آنے والے وقت میں اسے اسمبلی میں سالانہ بجٹ کے ساتھ پیش کیا جائے نہ کہ ایک دفعہ ہم سے مہر لگانے کے لئے دے دیا جائے۔ بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں معزز ممبران اسمبلی کا ضمنی بجٹ کی بحث میں بھرپور حصہ لینے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ بات واضح رہے کہ ضمنی اخراجات ناگزیر حالات میں کئے جاتے ہیں۔ حکومت کی یہ کوشش ہوتی ہے، چونکہ وقت کم ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کے پاس پانچ منٹ کا وقت ہے اور اس کے بعد ایک آدھ منٹ مل سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں ملے گا۔

وزیر خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ضمنی اخراجات ناگزیر حالات میں کئے جاتے ہیں۔ حکومت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس مد میں اخراجات کم از کم ہوں۔ میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ضمنی بجٹ کے حوالے سے ایوان کو یہ بتاؤں کہ ضمنی بجٹ کی تین بڑی مدات ہوتی ہیں۔ ایک مد ٹیکنیکل سپلیمنٹری کی ہوتی ہے۔ یہ وہ اخراجات ہیں جن کے لئے کوئی اضافی رقم خرچ نہیں کی جاتی البتہ اکاؤنٹنگ کے قواعد وضوابط کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی booking نئے heads میں کی جاتی ہے۔ اس طرح اکاؤنٹ نمبر دو کی سپلیمنٹری گرانٹ گندم کی خرید و فروخت کے سلسلے میں ہوتی ہے۔ اس سپلیمنٹری گرانٹ میں موجود مالی سال میں اضافی 38۔ارب روپے کے اخراجات کئے گئے۔ یہ رقم بجٹ میں مختص کردہ بجٹ سے زائد گندم کی فروخت کی جانے پر صرف کی گئی جو کہ ایک مثبت قدم ہے۔ اس سے صوبے کے مالی وسائل پر بوجھ کم ہوگا۔ یاد رہے کہ حکومت نے گندم کی قیمت کو مناسب سطح پر رکھنے کے لئے 28۔ارب روپے کی خطیر رقم بطور سبسڈی بجٹ کی ہے۔

جناب سپیکر! اب میں ایوان کو سپلیمنٹری بجٹ کے چیدہ چیدہ اعداد و شمار کے بارے میں آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ کل سپلیمنٹری بجٹ 82۔ارب روپے کا ہے البتہ اس میں 38۔ارب روپے گندم کی فروخت کے لئے اور 28۔ارب روپے ٹیکنیکل سپلیمنٹری گرانٹ کی مد میں ہیں۔ اس طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سپلیمنٹری بجٹ کل صرف 17۔ارب روپے سے بھی کم ہے۔ یہ بجٹ جاری اخراجات کا تقریباً کُل ساڑھے تین فیصد ہے۔ یاد رہے کہ اس ضمن میں وفاقی حکومت کے قانون کے مطابق جاری اخراجات کے 10 فیصد تک اخراجات کئے جا سکتے ہیں۔ میں ایک اور بات بھی بتانا

چاہوں گا کہ معزز ممبر یہاں پر بیٹھے ہیں جو کہ چودھری پرویز الہیٰ صاحب کی کابینہ میں منسٹر بھی رہے تو یہ Constitution of Pakistan کا آرٹیکل 84 پڑھ لیں تو انہیں سپلیمنٹری بجٹ کے حوالے سے، آپ کا آئین جو آپ کو بتاتا ہے وہ اس میں درج ہے۔ میں اس کی تفصیل اس لئے خود نہیں پڑھوں گا کہ آپ نے مجھے کہا ہے کہ وقت کم ہے۔ ایک بات یہاں پر بار بار کی جاتی ہے اچھا ہے کہ ہماری معزز ممبر ثمینہ خاور حیات صاحبہ بھی بیٹھی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! کہیں۔

وزیر خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ بھی تشریف فرما ہیں اور اپوزیشن لیڈر بھی تشریف فرما ہیں۔ یہاں پر پچھلی حکومت کے بارے میں بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ 100۔ارب روپے کا surplus تھا لیکن میں جو یہ بات کر رہا ہوں تو please سٹیٹ بنک آف پاکستان کے جاری اعداد و شمار کے مطابق جس ماہ میں مسلم لیگ (ق) کی حکومت ختم ہوئی، اس ماہ کا closing balance جو تھا وہ 17.2۔ارب روپے تھا۔ اس کے مقابلے میں جس ماہ میں ہماری مسلم لیگ (ن) کی حکومت ختم ہوئی تو اس ماہ کا closing balance صوبہ پنجاب کا 25.3۔ارب روپے تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر مالی امداد کے حوالے سے معزز ممبر میاں محمد اسلم اقبال صاحب نے بات کی تو میں انہیں یاد دلانا چاہوں گا کہ ہمارا مالی امداد کا criteria اتنا transparent ہے کہ پورے ایک criteria کے مطابق کسی بھی غریب کو مالی امداد دی جائے تو اس تک پہنچتی ہے اور ایک ان کا دور تھا جب چودھری مونس الہیٰ صاحب نے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اس بات کو چھوڑیں۔

وزیر خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! مجھے بات کرنے دیں کہ ایک ان کا دور تھا کہ جب چودھری مونس الہیٰ صاحب نے لاہور سے الیکشن لڑا تو انہوں نے گلبرگ، ماڈل ٹاؤن اور گارڈن ٹاؤن کی کوٹھیوں میں رہنے والے لوگوں کو 15/15 ہزار روپے کے مالی امداد کے چیک بھیج دیئے۔ (شیم، شیم)

جناب سپیکر! ہماری ہر چیز transparent ہے اور اگر یہ چاہیں تو اسے چیک کر سکتے ہیں، اگر یہ سمجھتے ہیں کہ مالی امداد کسی غلط طریقے سے دی جاتی ہے تو انہیں پورا حق ہے کہ وہ اسے چیک کریں۔۔۔

MR SPEAKER: Don't try to be personal.

وزیر خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! کچھ معزز ممبران نے اس بات پر اعتراض کیا کہ حکومت نے ضمنی بجٹ میں تعلیم کے لئے 10-ارب روپے کی اضافی رقم خرچ کی ہے۔ ہم سب بات کرتے ہیں کہ ہمیں تعلیم کے شعبے میں زیادہ سے زیادہ فنڈز خرچ کرنے چاہئیں۔ اگر 10-ارب روپے تعلیم کے شعبے میں زائد خرچ ہوئے تو یہ بات تو بڑی خوش آئند ہے۔ پولیس کے بارے میں جو اعتراض اٹھائے گئے تو میں یہ واضح کروں گا کہ اس کے کل اخراجات کا دو تہائی خرچہ پولیس کی تنخواہوں میں اضافہ سے متعلقہ ہے جبکہ ایک خطیر رقم لاء اینڈ آرڈر پر خرچ کی گئی ہے۔ ایوان میں اس بات پر بھی اعتراض کیا گیا کہ حکومت غریبوں کو علاج کے لئے کیوں رقم دے رہی ہے؟۔۔۔

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت دو منٹ مزید بڑھایا جائے۔

وزیر خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): اس سلسلے میں یہ عرض ہے کہ اس کا بھی transparent criteria ہے اور یہ رقم کسی کو cash کی صورت میں نہیں دی جاتی۔ اگر کسی بھی غریب کا علاج کیا جاتا ہے تو directly ان ہسپتالوں کو دیا جاتا ہے یا اگر کسی غریب کو پاکستان سے باہر بھی علاج کے لئے بھیجا گیا ہے تو وہاں پر جو ہسپتال یا ادارہ ہے اس کو دیا جاتا ہے۔ یہ نادار لوگوں کی مالی امداد کے لئے جو رقم دی جا رہی ہے اس کی پہلے انتہائی شفاف طریقے سے چھان بین کی جاتی ہے اور اس کے بعد اس کی منظوری دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! دانش سکولوں کے حوالے سے ڈاکٹر وسیم صاحب نے بات کی ہے تو میں انہیں یہی کہوں گا کہ ہم نے دانش سکول کا پنجاب کے جو دور افتادہ اضلاع اور under developed districts ہیں وہاں سے ہی start لیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے خود کہا ہے کہ بہاولپور، تو چولستان بھی بہاولپور کا حصہ ہے۔ ہم نے بہاولپور میں دانش سکول بنایا ہے، اسی طرح رحیم یار خان، بہاولنگر، میانوالی، اٹک، راجن پور اور ڈیرہ غازی خان میں دانش سکول بن چکے ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر ایک بہت بڑا اعتراض میٹرو بس کی تعمیر کے سلسلے میں اعزازیہ کے طور پر دیئے گئے پیسوں پر کیا گیا۔ میٹرو بس پاکستان میں ایک ایسا تاریخی پراجیکٹ ہے جس طرح ہمارے قائد میاں محمد نواز شریف نے موٹروے بنانے کا ایسا کام کیا کہ لوگ آج بھی بلکہ یہ سب لوگ اس موٹروے پر سفر کرتے ہیں۔ میٹرو بس پر اس وقت شہر لاہور کے ایک لاکھ سے زیادہ لوگ travel کر رہے ہیں اور غریب لوگوں کو facilitate کیا جا رہا ہے۔ یہ ریکارڈ پراجیکٹ 11 مہینوں میں میاں محمد شہباز شریف کی

سربراہی میں مکمل ہوا۔ وہاں مزدوروں اور سٹاف کو اعزازیے کے طور پر وہ رقم دی گئی تھی جس کا سپلیمنٹری بجٹ میں بتایا گیا ہے۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! کورم پورا نہ ہے۔

جناب سپیکر: دیکھیں، جب منسٹر صاحب تقریر کر رہے ہوں تو آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ منسٹر صاحب! آپ اس کو wind up کر دیں۔

وزیر خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ایک معزز ممبر نے منسٹر بلاک کے لئے اضافی رقم دینے پر اعتراض کیا تو میں وضاحت کرنا چاہوں گا کہ یہ رقم نگران دور میں دی گئی تھی۔

جناب سپیکر! میں آخر میں تمام معزز ممبران کا ضمنی بجٹ میں حصہ لینے پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس شعر کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ:

ہمارا شیوہ ہے کہ اندھیروں میں جلاتے ہیں چراغ
ان کی سازش ہے کہ دنیا میں یونہی رات رہے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: مہربانی۔ اب ایک ضروری اعلان سن لیجئے گا۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! کورم کی نشاندہی کی گئی تھی کہ کورم پورا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کورم پورا ہے، آپ کیسے کہتے ہیں کہ کورم پورا نہیں ہے؟ جب میں نے دیکھا تھا اس وقت کورم پورا تھا، آپ تشریف رکھیں۔ کل مورخہ 29۔ جون 2013 کو ضمنی مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری ہو گی۔ کٹ موشن کے ذریعے مطالبات زر پر بحث ایک بجے تک جاری رہے گی۔ باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ 144(4) کے تحت گلوٹین کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔

اب اجلاس مورخہ 29۔ جون 2013 بروز ہفتہ صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔